ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

20

www.tanzeem.org

13 تا 19 جمادی الثانی 1432ھ/17 تا 23 مئی 2011ء

قوم کے نام ایک اہم پیغام

تین نہیں صرف ایک آپشن!

کہا جاتا ہے کہ سانحہ ایبٹ آباد کے بعد امریکہ پاکستان تعلقات کے حوالے سے ہمارے پاس تین آپشن ہیں:

1. امریکہ کی ہر بات من وعن تسلیم کر لی جائے۔
2. امریکہ کی مسلط کردہ جنگ سے علیحدگی اختیار کر لی جائے اور امریکی دباؤ کا ہمت کے ساتھ مقابلہ کیا جائے۔
3. امریکہ کی کچھ باتیں تسلیم کر لی جائیں اور کچھ پر انکار کر دیا جائے۔ (یعنی سابقہ پالیسی جاری رکھی جائے)

برادرانِ اسلام! ظاہری طور پر تیسرا آپشن بڑا معقول اور معتدل دکھائی دیتا ہے۔ لیکن یہی ہے ہمارا وہ سابقہ موقف جس کے نتیجے میں آج جنگ کی آگ ہمارے آنگن میں پہنچ چکی ہے اور اب حال یہ ہو گیا ہے کہ امریکہ ہمیں دھکیلتا ہوا دیوار سے لگا چکا ہے۔ اور آج ہم ایک فیصلہ کن دوراہے پر کھڑے ہیں۔ اس پالیسی کے جاری رکھنے کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ مستقبل قریب میں ہمارے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوگا کہ ہم پہلا آپشن قبول کرتے ہوئے جلد یا بدیر اپنا سب کچھ یہاں تک کہ اپنی ایٹمی صلاحیت بھی سرنڈر کر دیں۔ اس لیے کہ امریکہ کا اصل ہدف ہمیں ہمارے ایٹمی اثاثوں سے محروم کرنا ہے۔ یہ دروں مے بروں کی پالیسی نے ہمیں ذلیل و رسوا کر دیا ہے۔ ہم امریکہ سے جنگ نہیں چاہتے، لیکن اگر ہم ایٹمی اسلحہ سے دستبردار ہوتے ہیں تو بھارت ہمیں مہینوں کی نہیں دنوں کی مہلت بھی نہیں دے گا۔

☆ دوسرا آپشن اختیار کرنے سے یعنی امریکہ کے سامنے ہمت کے ساتھ ڈٹ جانے کے نتیجے میں اگر امریکہ ہمارا بدتر دشمن بن کر سامنے آتا ہے تو سوچنا چاہیے کہ اُس نے طالبانِ افغانستان، ایران، اور شمالی کوریا کا کیا بگاڑ لیا ہے؟ نیٹو کے بھرپور تعاون اور افغانستان میں ڈیڑھ لاکھ فوج رکھتے ہوئے بھی وہ وہاں اپنے مقاصد حاصل نہیں کر پایا۔

☆ لہٰذا اب ہمیں قومی سطح پر متحد ہو کر اللہ کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے، جو قادرِ مطلق بھی ہے اور قوی و عزیز بھی، اسی واحد آپشن کو اختیار کرنا ہوگا کہ ہم اس بے چہرہ اور بے سروپا جنگ سے علیحدگی اختیار کر لیں اور امریکہ سے کہہ دیں کہ وہ ہمیں اس جنگ میں نہ گھسیٹے، وگرنہ اندیشہ ہے کہ "ہماری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں"۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس انجام بد سے محفوظ رکھے! (آمین)

آئیے، امریکہ سے ناتا توڑیں اور رب سے رشتہ جوڑیں!

تنظیمِ اسلامی

اس شمارے میں

خدارا سچ بولئے

ایبٹ آباد آپریشن اور ہمارا طرزِ عمل

حقیقت یا فسانہ...... کچھ تو ہے!

فرد میں تبدیلی کا قرآنی لائحہ عمل

ہم کب جاگیں گے؟

بھارتی سفیر کی نئی دہلی ارسال کردہ رپورٹ

تنظیم اسلامی کی دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

سورۃ التوبہ

(آیات:123تا129)

ڈاکٹراسراراحمدؒ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً ؕ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۝ وَاِذَا مَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ
فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖۤ اِيْمَانًا ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ۝ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ
فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ وَمَاتُوْا وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ۝ اَوَلَا يَرَوْنَ اَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوْبُوْنَ وَلَا هُمْ
يَذَّكَّرُوْنَ ۝ وَاِذَا مَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ ؕ هَلْ يَرٰىكُمْ مِّنْ اَحَدٍ ثُمَّ انْصَرَفُوْا ؕ صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا
يَفْقَهُوْنَ ۝ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ
اللّٰهُ ۖ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۝

’’اے اہل ایمان! اپنے نزدیک کے (رہنے والے) کافروں سے جنگ کرو۔ اور چاہئے کہ وہ تم میں سختی (یعنی محنت وقوت جنگ) معلوم کریں۔ اور جان رکھو کہ اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔ اور جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو بعض منافق (استہزا کرتے اور) پوچھتے ہیں کہ اس سورت نے تم میں سے کس کا ایمان زیادہ کیا ہے؟ سو جو ایمان والے ہیں ان کا تو ایمان زیادہ کیا اور وہ خوش ہوتے ہیں۔ اور جن لوگوں کے دلوں میں مرض ہے ان کے حق میں خبث پر خبث زیادہ کیا اور وہ مرے بھی تو کافر کے کافر۔ کیا یہ دیکھتے نہیں کہ یہ ہر سال ایک یا دو بار بلا میں پھنسا دیئے جاتے ہیں، پھر بھی توبہ نہیں کرتے اور نہ نصیحت پکڑتے ہیں؟ اور جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ بھلا تمہیں کوئی دیکھتا ہے؟ پھر پھر جاتے ہیں۔ اللہ نے اُن کے دلوں کو پھیر رکھا ہے کیونکہ یہ ایسے لوگ ہیں کہ سمجھ سے کام نہیں لیتے۔ (لوگو) تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک پیغمبر آئے ہیں۔ تمہاری تکلیف ان کو گراں معلوم ہوتی ہے اور تمہاری بھلائی کے بہت خواہشمند ہیں۔ (اور) مومنوں پر نہایت شفقت کرنے والے (اور) مہربان ہیں۔ پھر اگر یہ لوگ پھر جائیں اور (نہ مانیں) تو کہہ دو کہ اللہ مجھے کفایت کرتا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اسی پر میرا بھروسا ہے اور وہی عرش عظیم کا مالک ہے۔‘‘

اہل ایمان سے کہا جارہا ہے کہ اپنے قریب کے کفار کے ساتھ قتال کرو۔ اور پھر آگے پیش قدمی کرتے جاؤ‘ تا آنکہ اللہ کا دین پوری دنیا پر غالب ہو جائے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ﴾ (الانفال:39) پہلے جزیرہ نمائے عرب کی حد تک قتال کا حکم تھا‘ یہاں تک کہ کفر و شرک کا خاتمہ ہو جائے۔ یہ مرحلہ طے ہو جائے تو اب اس کو عرب کی سرحدوں کے باہر تک پھیلانا ہے۔ اور جب تمہارا سامنا کفار سے ہو تو یوں ہو کہ وہ تمہارے اندر سختی محسوس کریں۔ اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ متقیوں کے ساتھ ہے۔

یہاں پھر منافقین کا ذکر ہو رہا ہے کہ جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو آپس میں کہتے ہیں بھئی کس کے ایمان میں اضافہ ہوا ہے؟ یہ بات وہ استہزا کے انداز میں کہتے ہیں، کیونکہ یہ بات کہی گئی ہے کہ جب وہ اللہ کی آیات سنتے ہیں تو ان کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔ ہاں، واقعتاً جو ایمان والے ہیں ان کے ایمان میں یقیناً اضافہ ہوا ہے اور وہ خوشیاں مناتے ہیں کہ اللہ نے مزید آیات اتاری ہیں اور ہمارے ایمان کو جلا بخشی ہے۔ رہ گئے وہ لوگ کہ جن کے دلوں میں روگ ہے تو ان کی جو گندگی پہلے سے ہے، ان آیات کے بعد اُن کی اس گندگی میں اور اضافہ ہوتا ہے۔ اور وہ مرتے ہیں اِس حال میں کہ وہ کافر ہوتے ہیں۔

کیا منافق دیکھتے نہیں ہیں کہ ہر سال انہیں آزمایا جارہا ہے۔ کبھی قتال کا مرحلہ آجاتا ہے، کبھی کوئی اور آزمائش آجاتی ہے، اس کے باوجود نہ یہ توبہ کرتے ہیں اور نہ ہی نصیحت پکڑتے ہیں۔

اور جب کوئی سورت اُترتی ہے جس میں قتال کا ذکر بھی ہوتا ہے تو پھر ایک دوسرے کو کن آنکھیوں سے دیکھتے ہیں اور آنکھوں ہی آنکھوں میں اشارے کرتے ہیں کہ کیا تمہیں کوئی دیکھ تو نہیں رہا۔ پھر وہ وہاں سے کھسک جاتے ہیں۔ اصل میں اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو پھیر دیا ہے۔ اس لئے کہ ان کے دل سمجھ بوجھ سے خالی ہیں۔

اب یہ جو دو آیتیں ہیں یہ قرآن مجید کی عظیم ترین آیات میں سے ہیں۔ فرمایا، لوگو! دیکھو تمہارے پاس ہمارا رسول آگیا ہے جو تم ہی میں سے یعنی نوع بشر میں سے ہے، اولادِ آدم کا ایک فرد ہے۔ اے مسلمانو! تمہاری تکلیف ان پر بھاری گزرتی ہے۔ تمہارے حق میں بہت حریص ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ ساری خیر ساری خوبیاں، ساری بھلائیاں تمہیں دے۔ وہ مومنوں پر شفقت کرنے والے اور مہربان ہیں۔

پھر بھی اگر وہ لوگ منہ پھیر لیں، تو اے نبی کہہ دیجئے میرے لئے اللہ ہی کافی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں نے اسی پر توکل کیا اور وہ بہت بڑے عرش کا رب ہے۔ اُس عرش کی عظمت ہمارے تصور میں آ ہی نہیں سکتی۔

تا خلافت کی بنا، دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

13 تا 19 جمادی الثانی 1432ھ — جلد 20
17 تا 23 مئی 2011ء — شمارہ 20

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
ایوب بیگ مرزا — محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد **طابع**: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا ---------------------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خدارا، سچ بولئے!

جرأت اور سچ کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ سچ جاتا رہے تو جرأت نمائشی رہ جاتی ہے، حقیقی نہیں ہوتی۔ جھوٹ تلملاہٹ پیدا کرتا ہے اور تلملا کر انسان خود پر ترس کھانے لگتا ہے۔ وہ اپنے مصائب اور اپنی ابتلاؤں کا دوسروں کا ذمہ دار سمجھتا ہے اور گِلے شکوے پالتا ہے اور اپنی ناکامیاں دوسروں کے سر ڈالتا ہے۔ وہ خود احتسابی سے خوف کھاتا اور منہ گریبان میں ڈالنے سے گھبراتا ہے۔ وہ اپنی آنکھ کے شہتیر سے اعراض برتتا ہے۔ پاکستان کے عوام، ادارے، سیاسی و عسکری قیادت آج اس موذی مرض میں بُری طرح مبتلا ہیں۔ ان سب خرابیوں کی بنیادی وجہ ایک ہی ہے اور وہ ہے سچ کو ترک کر دینا، حق سے منہ موڑ لینا۔ آج جس بلیم گیم اور تُو تکار کا شور ہے وہ اسی وجہ سے ہے۔ سچ یہ ہے کہ ہم سب (الا ماشاء اللہ) اپنی انا کی اندھا دھند پرستش کر رہے ہیں۔ آج دنیا نے اللہ کی عبادت اور پرستش تو چھوڑی لیکن قوم و ملک کو معبود بنالیا۔ ہمارے نزدیک اگرچہ یہ بھی انتہائی غلط بلکہ غیر شرعی اور غیر اسلامی ہے، لیکن ہم نے اِس سے بھی ایک step نیچے اتر کر خود اپنے آپ کو اپنا معبود بنایا ہوا ہے۔ میری ذات، میرا گھرانہ، میرے مفادات محفوظ رہنے چاہئیں، باقی سب جائیں جہنم میں۔ لہٰذا ہم اُس شاخ کو بھی کاٹ رہے ہیں، جس پر آشیانہ بنایا ہوا ہے۔ اس ساری سوچ اور فکر کا نتیجہ ہے کہ بلیم گیم اور تُو تکار ہو رہی ہے کہ کچھ سنائی نہیں دے رہا۔ اپنے اصل دشمن کا نام لینے سے ہم کسی نئی نویلی مشرقی دلہن سے زیادہ گھبرا رہے ہیں جسے اپنے سرتاج کا نام پکارنے میں جھجک ہوتی ہے۔ امریکہ کو براہِ راست الزام دینے میں بھی ذاتی مفاد آڑے آ رہا ہے۔ اِس لیے کہ کسے دل سے یقین نہیں کہ امریکہ پاکستان کی سلامتی کا بدترین دشمن بن چکا ہے۔ لیکن ہماری سیاسی، عسکری اور ہر قسم کی ایلیٹ فرماتی ہے کہ سمندر میں رہ کر مگر مچھ سے بیر کیوں رکھیں۔

نائن الیون سے لے کر آج تک کے واقعات کا جائزہ لیں، ہمیں جھوٹ اور منافقت نے مروایا ہے۔ اگر ایبٹ آباد آپریشن کے بارے میں بھی سچ سچ اور کھل کر عوام کو بتا دیا جاتا تو خواہ کتنی بڑی غفلت اور کوتاہی کیوں نہ منظر عام پر آتی، عوام یہ کہہ کر معاف کر سکتے تھے کہ ایسا آئندہ نہیں ہونا چاہیے۔ اور اگر یہ سب ڈراما ہی تھا تو یہی ہمارا حقیقی اعتراض ہے کہ آپ ڈرامابازی کا حصہ بن کر جسے راضی اور خوش کرنا چاہتے ہیں، وہ کبھی خوش نہیں ہوگا۔ ڈراما جھوٹ اور خلاف حقیقت کارروائی کا نام ہوتا ہے۔ آپ جب تک اس موذی مرض سے شفا حاصل نہیں کرتے، ہماری بزدلی، کمزوری اور ناتوانی ختم نہیں ہوسکتی۔ ہمارے نزدیک تو نائن الیون بھی ایک ڈراما تھا۔ ہمیں چاہیے تھا کہ آغاز ہی سے اِس گیم کا حصہ بننے سے انکار کر دیتے۔ لیکن آیئے، فرض کرلیں نائن الیون واقعی امریکہ کے دشمنوں اور امریکہ سے باہر کی قوتوں نے کیا تھا تو امریکہ جانے اور امریکہ کے دشمن۔ کیا کوئی پاکستانی نائن الیون میں ملوث تھا۔ یہ تعاون اور مفاہمت کی کون سی قسم ہے کہ تم اگر ہمارے اتحادی نہیں ہوگے تو پھر ہم تمہیں دشمن کے طور پر treat کریں گے۔ یعنی دوستی اور اتحاد گن پوائنٹ پر حاصل کیا گیا۔ اس بدنصیب قوم کا المیہ یہ ہے کہ اس کے حکمرانوں سے جب بھی دوسری قوتوں نے کسی مسئلہ پر رابطہ کیا ان کا ایک ہی سوال ہوتا ہے ہمیں کیا ملے گا؟ اگر کرسی کی ضمانت مل جائے تو قومی، ملکی اور ملّی سب مفادات قربان کیے جاسکتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جب انسان اپنی ذات کو اپنا معبود بنا لیتا ہے تو اُسے اپنا ذاتی مفاد ہی گروہی، قومی اور ملکی مفاد نظر آتا ہے اور وہ خود کو اِس کا قائل کر لیتا ہے۔

بہرحال آج پھر ہم نائن الیون کی طرح ایک دوراہے پر کھڑے ہیں۔ ہمارے سامنے تین آپشن ہیں اور سچی بات یہ ہے کہ شنید یہ ہے کہ عسکری قیادت اپنے نچلے رینکس کے سامنے اور سیاسی قیادت کے سامنے بھی یہ تین آپشن رکھ رہی ہے اور مشاورت کر رہی ہے کہ اِن میں سے کون سا آپشن اختیار کیا جائے۔ ہم اِن آپشنز پر کوئی قلم درازی کرنے کی بجائے قارئین کی خدمت میں یہ گزارش کریں گے کہ وہ ندائے خلافت کی اِسی اشاعت میں ٹائٹل پر اِن

آپشنز کے حوالے سے ہمارے نقطۂ نظر کا جائزہ لیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ میں امریکہ سے کسی بھی نوع کا مزید تعاون امریکی غلامی کے حوالہ سے ہمیں پوائنٹ آف نو ریٹرن پر لے جائے گا۔

آخر میں ہم اُن دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کی خدمت میں عرض کریں گے کہ جو جوش و جذبہ اور غیرت وحمیت کا ذکر یوں کرتے ہیں جیسے کسی ممنوعہ اور انتہائی قابل نفرت شے کا ذکر کر رہے ہوں، وہ یہ کہ مشرقی پاکستان ہم سے الگ ہو کر ایک مدت ہوئی بنگلہ دیش بن چکا ہے۔ اب اُس حوالہ سے کسی جوش اور جذباتیت کا معاملہ تو نہیں رہا۔ آئیے، ٹھنڈے دل سے غور کریں کہ مشرقی پاکستان بنگلہ دیش کیوں بنا۔ لیکن پہلے اس سوال کا جواب ڈھونڈ لیں کہ ہزار میل کا فصل ہونے کے باوجود آزادی حاصل کر کے مشرقی اور مغربی پاکستان ایک ملک کیسے بن گئے، جبکہ زبان، لباس، خوراک، طرزِ معاشرت اور بود و باش کوئی شے بھی ہماری اور اُن کی مشترک نہ تھی۔ اس سوال کا اِس کے سوا کوئی جواب ممکن ہی نہیں کہ ہر سطح پر مختلف ہونے کے باوجود ہم مذہب ہونا اتنا بڑا اور حاوی آ جانے والا اتفاق تھا کہ ہم ایک ملک بن گئے۔ اب دوسرا سوال یہ ہے کہ ٹوٹا کیوں؟ علیحدگی کیوں ہوئی؟ کیا جواب ہے اس کا سوائے اس کے کہ جس سیمنٹ (اسلام) نے دونوں حصوں کو جوڑا تھا، وہ سیمنٹ بیچ میں سے نکل گیا۔ اسلام اللہ کو معبود ٹھہراتا ہے، اور بندوں کے مابین عدل قائم کرنے کا تقاضا کرتا ہے۔ ہم خود معبود بن چکے تھے۔ ہم عملی طور پر اسلام کو لاتے تو مسئلہ یہ ہے کہ وہ اشتراک قبول نہیں کرتا۔ اللہ کا مطالبہ ہے کہ اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ۔ چنانچہ دین اسلام ہمارا (یعنی مقتدر طبقات کا) حریف بن گیا۔ لہٰذا اصل بات یہ ہے کہ اسلام بطور سیمنٹ بیچ میں سے نکلا نہیں، ہم نے اُسے اس لیے نکالا کہ وہ ظلم، تعدی، ناجائز اور ناحق کو برداشت نہیں کرتا۔ لیکن ہم نے جھوٹ اور منافقت کے سہارے مشرقی پاکستان کو ساتھ رکھنا چاہا۔ پھر طاقت استعمال کی، لیکن کیسے ممکن تھا کہ جوڑنے والی شے بیچ میں سے نکل جاتی اور ہم پھر بھی جڑے رہتے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوگا کہ باقی چار صوبے کیسے جڑے ہوئے ہیں۔ یاد رکھیے، یہ بھی الگ ہونے کے لیے تڑپ رہے ہیں۔ ہم انہیں بھی قوت کی بنیاد پر جوڑے رکھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یہ کوشش بھی کسی صورت کامیاب نہیں ہوگی۔ ہاں البتہ قوت کی بجائے اگر نظریہ کی بنیاد پر جوڑا گیا تو یہ اب بھی اندرونی اور بیرونی دشمنوں کے مقابلے میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جائیں گے۔ ہم پنجابی، سندھی، مہاجر، بلوچ پٹھان بن کر نہیں صرف مسلمان بن کر زندہ رہ سکتے ہیں۔ حقیقی اور عملی مسلمان بننا ہی ہماری منزل ہے اور ہماری نجات کی ضمانت ہے۔

پریس ریلیز — حافظ عاکف سعید

اسامہ اگر شہید ہو کر اپنی مراد پا چکے ہیں تو یہ شہادت اُن کے لیے حیات جاوداں کا پیغام اور ایک بہت بڑا اعزاز ہے

اسامہ بن لادن کی شہادت کی خبر کی تصدیق اگرچہ مختلف ذرائع سے سامنے آ رہی ہے، تاہم کوئی حتمی بات کہنا مشکل ہے۔ اس لیے کہ سانحۂ ایبٹ آباد کے حوالے سے امریکی اور پاکستانی قیادت کے متضاد بیانات اور آپریشن کے پراسرار انداز کے باعث اس کی اصل حقیقت تاحال شدید نوعیت کے شکوک و شبہات کی دبیز دھند کی لپیٹ میں ہے، جس کی وجہ سے یہ واقعہ حقیقت سے بڑھ کر ایک ڈراما معلوم ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر اسامہ بن لادن واقعی شہادت کے مرتبے سے سرفراز ہو چکے ہیں تو بھی یہ کہنا مشکل ہوگا کہ یہ شہادت کا معاملہ کب، کیونکر اور کیسے ہوا۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے اپنے ایک حالیہ بیان میں کہی۔ انہوں نے کہا کہ ہر مجاہد اول روز سے شہادت کا آرزومند ہوتا ہے اور اگر اس اعتبار سے اسامہ اپنی مراد پا چکے ہیں تو یہ شہادت اُن کے لیے حیات جاوداں کا پیغام اور ایک بہت بڑا اعزاز ہے اور امریکہ اور عالمی اسلام دشمن طاقتوں کی اس ناکامی کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ آج ٹیکنالوجی کے اوجِ ثریا پر ہونے کے باوجود اپنے دشمن نمبر ایک کو اپنے تئیں کیفر کردار تک پہنچانے میں انہیں دس سال لگے۔ انہوں نے کہا کہ بچپن ہی سے شہزادوں جیسی زندگی بسر کرنے والے اس سعودی نوجوان نے روس کے خلاف جہاد فی سبیل اللہ میں حصہ لینے کی خاطر افغانستان ہجرت کی تھی اور نہایت پُر صعوبت اور پُر خطر راہ کا انتخاب کیا۔ بعد میں وہ امریکہ کے ظلم اور بے انصافی کے خلاف مزاحمت کا ایک سمبل بن گئے تھے، جس کے لیے انہوں نے القاعدہ تشکیل دی۔ انہوں نے کہا کہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ نائن الیون کا واقعہ امریکہ کا خود ساختہ ڈراما تھا، تاہم وہ اس سے پہلے ہی امریکہ کے دشمن نمبر ایک قرار دیے جا چکے تھے۔ انہوں نے کہا کہ اصولی اعتبار سے دین کی دعوت کے نقطۂ نظر سے اسامہ اور القاعدہ کے مزاحمتی طریق کار سے اگرچہ اختلاف کیا جا سکتا ہے لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ اُن کی کوششوں سے مغربی استعماری قوتوں کے خلاف پوری دنیا میں جہاد کا غلغلہ بلند ہوا۔ بعد میں اس جذبے کو مہمیز دینے میں طالبان افغانستان کی استقامت نے بہت بڑا کردار ادا کیا۔ انہوں نے کہا کہ اُسامہ بن لادن کی شہادت کے نتیجے میں عالم اسلام میں ان شاء اللہ جذبۂ جہاد کو مزید تقویت حاصل ہوگی اور امریکہ کے خلاف نفرت اور مزاحمت میں مزید اضافہ ہی ہوگا۔ بقول شاعر ؎

گر اک چراغ حقیقت کو گُل کیا تم نے — تو موجِ دُود سے صد آفتاب ابھریں گے!

(پریس ریلیز: 10 مئی 2011ء)

پاکستان کو ایٹمی صلاحیت سے محروم کرنا امریکہ کا اصل ایجنڈا ہے

امریکہ کی نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ سے علیحدگی کے سوا ہمارے پاس کوئی آپشن نہیں۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطبہ جمعہ کے دوران کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ ظاہری طور پر یہ آپشن بڑا معتدل اور متوازن دکھائی دیتا ہے کہ اس حوالہ سے کچھ امریکہ کی مان لی جائے اور کچھ نہ مانی جائے، یعنی سابقہ پالیسی جاری رکھی جائے۔ حالانکہ یہی پالیسی افغان جنگ کو پاکستان تک کھینچ لائی ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ پاکستان کو ایٹمی صلاحیت سے محروم کرنا امریکہ کا اصل ایجنڈا ہے۔ اگر ہم سابقہ پالیسی کو جاری رکھتے ہیں تو وہ ہمارے ایٹمی اثاثہ جات تک پہنچ جائے گا۔ اور یہ ہے وہ وقت جس کا بھارت ایک عرصہ سے انتظار کر رہا ہے۔ تاکہ وہ پاکستان پر چڑھ دوڑے۔ اُنہوں نے کہا کہ پاکستان کی جغرافیائی سلامتی کا تقاضا ہے کہ ہم امریکہ سے ناتا توڑ کر اللہ سے رشتہ جوڑ لیں۔ اُنہوں نے کہا کہ تحریک پاکستان کے دوران لگائے گئے نعرے پاکستان کا مطلب کیا لا الٰہ الا اللہ کو قیام پاکستان کے بعد عملی شکل دے دی جاتی تو آج ہمیں یہ دن نہ دیکھنے پڑتے۔ اُنہوں نے کہا کہ آج بھی اگر ہم اللہ پر بھروسا کرتے ہوئے امریکہ کو الوداع کہہ دیں تو ہم موجودہ بحران سے سرخرو ہو کر نکلیں گے۔ اُنہوں نے کہا کہ امریکی اقتصادی امداد کی بندش وقتی طور پر تکلیف دہ ثابت ہو سکتی ہے۔ لیکن یہ بھی ہمارے لیے رحمت ثابت ہوگی اور ہم اپنے پاؤں پر کھڑا ہو سکیں گے۔ ان شاء اللہ۔ (پریس ریلیز: 13 مئی 2011ء)

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

ایبٹ آباد آپریشن اور ہمارا طرزِ عمل

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی ماڈل ٹاؤن لاہور میں
امیر تنظیم اسلامی محترم **حافظ عاکف سعید** حفظہ اللہ کے 6 مئی 2011ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

حضرات محترم! ہم اہل پاکستان پر تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد ایسے مواقع آتے ہیں جو پوری قوم کے لیے حیرانی و پریشانی کا موجب بنتے ہیں۔ یکم اور دو مئی کی درمیانی شب ایبٹ آباد میں ملٹری اکیڈمی کی عین ناک کے نیچے ہونے والا امریکہ کا فوجی آپریشن وہ قومی سانحہ ہے جس نے ریمنڈ ڈیوس کے واقعہ کے بعد ایک مرتبہ پھر قوم کو شدید طور پر مایوسی، بددلی، پریشانی اور اضطراب میں مبتلا کر دیا ہے۔ اس پر بزبان مرزا غالب یہی کہا جا سکتا ہے کہ ؎

حیراں ہوں دل کو روؤں کہ پیٹوں جگر کو میں
مقدور ہو تو ساتھ رکھوں نوحہ گر کو میں

اور

ناطقہ سر بہ گریباں ہے اِسے کیا کہیے
خامہ انگشت بدنداں ہے اِسے کیا لکھیے

حیرت کی بات ہے کہ جس تاریخ کو یہ واقعہ پیش آیا (یعنی 2 مئی کو) اُس دن شام تک حکومت کی طرف سے اس پر کوئی باقاعدہ بیان نہیں آیا۔ ہمارے وزیر داخلہ عبدالرحمٰن ملک نے دو تین دن کے بعد اس حوالے سے جو کچھ کہا، وہ تو اس قابل ہے کہ اُس پر انہیں وہ تمغہ دیا جانا چاہیے جو آج تک کسی کو نہ ملا ہو۔ وزیر داخلہ نے جن کے ذمے پاکستان کے اندرونی حالات کی وضاحت ہوتی ہے، صرف یہ گل افشانی کی کہ ”جو کچھ ہوا وہ پوری قوم کے سامنے ہے۔“ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس واقعہ پر پوری قوم بجا طور پر شدید صدمے کی کیفیت سے دوچار ہے اور سر پیٹ رہی ہے، مگر افسوسناک بات یہ ہے کہ کوئی بھی اس پر سوچنے کو تیار نہیں کہ ہمارے ساتھ یہ ہو کیوں رہا ہے؟ ہماری اس زبوں حالی کے اسباب کیا ہیں؟ ہم اس حال تک پہنچے کیوں ہیں؟

اس واقعہ کے حوالے سے پہلے دن سے میرا یہ مؤقف ہے کہ یہ نائن الیون کے بعد سب سے بڑا ڈراما ہے جو امریکہ نے رچایا ہے۔ یہ دجالی تہذیب جس سے ہم اس وقت گزر رہے ہیں، کے مظاہر میں سے ایک ہے۔ دجل کا مطلب ہی دھوکہ اور فریب کے ہیں۔ دَجَلَ الشیءَ کے معنی ہیں ”کسی شے کو ڈھانپ دینا۔“ دجال کے معانی اُس پانی کے ہیں جو کسی دھات پر سونا چڑھانے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ دجالیت یا دجالی تہذیب اس فکر اور حکمت عملی کا نام ہے جس کے تحت لوگوں کی نگاہوں سے اصل حقیقت کو اوجھل کیا جا رہا ہے۔ یہ وہ اصل حقیقت ہے جس کی خبر تمام انبیاء و رسل دیتے چلے آئے ہیں۔ یعنی یہ دنیا دارالامتحان ہے۔ اصل زندگی آخرت کی ہے، تمہیں اُس کے لیے یہاں تیاری کرنی ہے۔ دنیا کی چمک دمک زیب و زینت کے ذریعے تمہارا امتحان لیا جا رہا ہے۔ دجالیت لوگوں کو یہ بات سمجھا رہی ہے کہ یہی زندگی اصل زندگی ہے۔ تمہارا مستقبل یہی دنیا کا مستقبل ہے۔ آخرت کے تصورات سے جان چھڑاؤ اور دنیا کی لذات اور تفریحات سے فائدہ اُٹھاؤ۔ دنیا کی زندگی کو بھرپور طور پر انجوائے کرو۔ اپنی تمام تر صلاحیتیں اور توانائیاں اپنی دنیا کو پُرآسائش بنانے میں لگا دو۔ جو لوگ اِس کے خلاف باتیں کرتے ہیں، جو دنیا کو آزمائش و امتحان سمجھ کر بسر کرتے، اور آخرت پر پختہ یقین رکھتے ہیں، وہ احمق اور دیوانے ہیں۔ اُن کی نہ سنو۔ پچھلی صدی میں سائنس و ٹیکنالوجی نے بے انتہا ترقی کی ہے۔ شیطانی قوتوں نے ٹیکنالوجی کی ترقی کو دجالیت کے فروغ کے لیے استعمال کیا ہے، تاکہ لوگ آخرت کو بھول جائیں، آسمانی ہدایت کو پیٹھ پیچھے پھینک دیں یا آسمانی ہدایت اور وحی کا انکار کر دیں، اور یہ سمجھیں کہ زندگی تو بس یہ دنیا کی زندگی ہے۔ زندگی کا عنوان صرف کھاؤ پیو اور شادی رچاؤ ہے اور بس۔ سمجھدار آدمی وہ ہے جو دنیا کی دوڑ میں آگے ہو۔ (یاد رہے کہ جدید ٹیکنالوجی فی نفسہٖ غلط نہیں، مگر اِس وقت یہ جن لوگوں کے ہاتھوں میں ہے، وہ شیطانی قوتوں بلکہ شیطان کے آلۂ کار ہیں، اس لیے اس کا استعمال بہت غلط ہو رہا ہے۔)

امریکہ نے جو ڈراما رچایا ہے، یہ اپنی نوعیت کا پہلا ڈراما نہیں، بلکہ اس سے پہلے بھی وہ کئی ایسے ڈرامے رچا چکا ہے۔ پچھلی صدی میں پرل ہاربر کا واقعہ ہوا۔ اس کا الزام جاپان پر لگایا گیا، لیکن بعد کی تحقیقات سے ثابت ہو گیا تھا کہ یہ کارروائی خود امریکہ نے کی تھی، تاکہ ہیروشیما اور ناگاساگی پر ایٹم بم برسانے کے لیے عذر تراش سکے۔ 1967ء میں امریکی جہاز یو ایس لبرٹی پر حملہ ہوا، جس میں 34 امریکی مارے گئے۔ اس کا الزام مصریوں پر لگایا گیا اور اس بنیاد پر مصر پر چڑھائی کر دی گئی، حالانکہ 30 سال بعد جب امریکہ کی سرکاری دستاویزات منظر عام پر آئیں تو پتہ چلا کہ یہ کارروائی کرنے والے یہودی تھے، اور امریکہ کو پہلے سے اس کا علم تھا۔ پھر اس صدی کا سب سے بڑا ڈراما نائن الیون کو ورلڈ ٹریڈ سنٹر کی تباہی کی صورت میں رچایا گیا۔ واقعاتی شہادتیں اور سائنسی ثبوت اس بات پر شاہد ہیں کہ نائن الیون کے حوالے سے امریکہ نے جو کہانی گھڑی،

وہ سراسر غلط ہے۔ یہ امریکہ کا تیار کردہ ڈراما تھا مگر اس کا الزام غلط طور پر القاعدہ پر اس لیے عائد کیا گیا تاکہ افغانستان کی اسلامی حکومت کے خاتمے کا عذر تراشا جاسکے۔ ورلڈ ٹریڈ سنٹر کی عمارتوں میں جس طرح کا سٹیل استعمال ہوا، وہ جہاز کے ٹکرانے سے لگنے والی آگ سے کسی بھی طور پگھل نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ عام آگ کا ٹمپریچر اُسے پگھلانے کے لیے کافی نہیں۔ اس کے لیے بہت زیادہ ٹمپریچر کی ضرورت ہوتی ہے۔ چنانچہ خصوصی ایکسپلوسو اور کیمیکلز استعمال کیے گئے، جس کے نتیجے میں یہ سٹیل پگھلا اور عمارتیں گریں۔ اگلا ڈراما عراق میں وسیع تباہی پھیلانے والے ہتھیاروں کی موجودگی کا رچایا گیا۔ دنیا کو کہا گیا کہ عراق کے پاس اس قسم کے ہتھیار موجود ہیں جو عالمی امن کے لیے خطرہ ہیں۔ اصولی بات تو یہ ہے کہ اگر عراق کے پاس اس طرح کے ہتھیار ہوتے بھی تو یہ عراق کا حق تھا، مگر اُس کے پاس یہ ہتھیار موجود ہی نہیں تھے (بعد میں یہ بات ثابت بھی ہوگئی) مگر اس جھوٹے پروپیگنڈے کی آڑ لے کر امریکہ یہودی مفادات کے تحفظ کی خاطر عراق پر چڑھ دوڑا۔ امریکہ پر وہ مثال صادق آتی ہے جو یوحنا کی انجیل میں قرب قیامت کی پیشین گوئیوں کے ضمن میں ایک درندے کی آئی ہے۔ انجیل کی پیشین گوئی کے مطابق قربِ قیامت میں دنیا میں ایک درندہ ظاہر ہوگا، جس کی گردن پر ایک فاحشہ عورت سوار ہوگی۔ اگر دیکھا جائے تو یہ درندہ اس وقت امریکہ ہے اور اس کی گردن پر سوار فاحشہ صیہونی ریاست اسرائیل ہے۔ اسرائیل امریکہ کو اپنے مذموم مقاصد کے لیے استعمال کررہا ہے۔ عراق پر اُس نے اِسی لیے حملہ کروایا۔ عراق امریکہ کے لیے مسئلہ نہیں تھا، اسرائیل کے لیے مسئلہ تھا۔ وسیع تباہی کے ہتھیاروں کی موجودگی کا ڈراما رچا کر لاکھوں عراقی مار دیے گئے۔ جب عراق سے تباہی والے ہتھیار نہ ملے تو ساری دنیا کو مل کر امریکہ کا بائیکاٹ کرنا چاہیے تھا اور اُس سے پوچھنا چاہیے تھا کہ تو نے لاکھوں بے گناہ لوگ کیوں مار دیے، لیکن دنیا اندھی، بہری، گونگی ہے۔ کسی کو اس کی جرأت نہ ہوئی۔

اسامہ بن لادن کے خلاف آپریشن اگر ڈراما نہیں تو پھر اسامہ جسے امریکی اپنا سب سے بڑا دشمن قرار دیتے رہے، اُس کو مار کر اُس کی تصویر کیوں جاری نہیں کی گئی۔ اگر واقعی اسامہ کو مارا ہے تو اُس کی تصویر جاری کی جانی چاہیے تھی۔ کہا گیا کہ تصویر جاری کرنے سے اشتعال پھیلے گا۔ مگر ہم یہ پوچھتے ہیں کہ جب گوانتاناموبے جیل میں قرآن کی توہین کی گئی، جب شیطان صفت ٹیری جونز نے قرآن کو جلایا تو کیا ان واقعات کی دنیا میں نشر واشاعت سے مسلمانوں میں اشتعال پھیلنے کا ڈر نہ تھا؟ اصل بات یہ ہے کہ یہ امریکہ کی خودساختہ کہانی ہے، مگر اُس کو ہم اس لیے جھٹلا نہیں سکتے کہ ؎

تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے ازل سے
ہے جرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات

یہ ڈراما رچا کر امریکہ نے، ایک تیر سے کئی شکار کیے ہیں۔ ایک بات جو نہایت اطمینان بخش ہے، یہ ہے کہ امریکہ کو افغانستان میں بدترین شکست کے بعد واپسی کا کوئی باعزت راستہ نہیں مل رہا تھا۔ اس ڈراما کے ذریعے انہوں نے یہ راستہ ڈھونڈنے کی کوشش کی ہے۔ اس سے پہلے وہ طالبان کی منتیں کرتے رہے کہ خدارا ہمارے ساتھ مذاکرات کرو، مگر وہ اس کے لیے تیار نہیں تھے۔ اُن کا ایک ہی مطالبہ تھا کہ امریکہ یہاں سے نکل جائے۔ اس آپریشن کے بعد اب امریکی اپنے عوام کو بتا رہے ہیں کہ ہم نے اپنے سب سے بڑے دشمن کا خاتمہ کرکے دہشت گردی کے خلاف جنگ جیت لی ہے۔ گویا یہ ڈراما رچا کر اُن کی افغانستان سے ''باعزت'' رخصتی آسان ہوگئی ہے۔ اسی لیے حکومت پاکستان سے بھی ڈنڈے کے زور پر منوایا گیا کہ تم اس ڈرامے کا انکار نہیں کرو گے۔ ورنہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ملٹری اکیڈمی کی ناک کے نیچے ایک واقعہ ہو اور آرمی کو اس کی خبر تک نہ ہو۔ ہماری طرف سے کوئی بھی عہدیدار اسامہ کی ایبٹ آباد میں موجودگی سے اسی لیے انکار نہیں کررہا کہ یہ اس وقت امریکہ کی ضرورت ہے۔ دوسری جانب اس واقعہ سے پاکستان پر دباؤ اب اور بڑھے گا۔ اسی کا مظہر انڈیا کی طرف سے یہ بیان ہے کہ ہم عرصے سے کہہ رہے تھے کہ پاکستان دہشت گردوں کی جنت ہے۔ کرزئی بھی زہر اگلنے لگا ہے، اور ساری مغربی دنیا سے بھی پاکستان کے خلاف بیانات آرہے ہیں۔ یہ سب اس لیے کہ امریکہ کا اصل ٹارگٹ پاکستان ہے۔ اسی لیے سارا ملبہ ہم پر گرایا گیا ہے۔ اس ڈرامے کی حقیقت ایک نہ ایک دن ضرور کھلے گی، مگر فی الحال تو اس پر تہہ در تہہ پردے پڑے ہوئے ہیں۔ طویل خاموشی کے بعد فوج نے بھی اپنا بھرم رکھنے کے لیے اس آپریشن کے حوالے سے میڈیا کو بریفنگ دی ہے۔ اور یہ ضروری بھی تھا۔ اس لیے کہ پاکستان میں واقعتاً اگر کوئی قوت ہے جو دشمنوں کو کھٹکتی ہے تو وہ فوج ہے۔ حکمران تو 95 فیصد امریکہ کی گیم پلان کے مطابق چل رہے ہیں۔ جو 5 فی صد کسر تھی وہ ڈو مور کا مطالبہ کرکے پوری کی جارہی ہے۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ اب بھی ہم یہ کہنے سے نہیں شرماتے کہ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں ہم امریکہ کے اتحادی ہیں، حالانکہ یہ جنگ ہرگز دہشت گردی کے خلاف نہیں، اسلام کے خلاف ہے۔ یہ صلیبی جنگ ہے۔ یہ بات خود امریکی صدر بش کی زبان سے نکل گئی تھی۔ ہمیں اس بات پر تو کوئی شرمندگی اور ندامت نہیں کہ ہم اسلام کے خلاف صلیبی جنگ میں امریکہ کے ساتھ کھڑے ہیں، ہاں فکر ہے تو اس بات کی ہے کہ کیری لوگر بل کے تحت ہماری ''خدمات'' کا معاوضہ کم کیا جارہا ہے۔ ذرا سوچیے، جب ہم وفاداری امریکہ سے کریں گے تو پھر اللہ کی نصرت وامداد کیسے آئے گی۔ پھر اللہ کیونکر دجالی قوتوں کے مقابل ہماری مدد کرے گا۔ اسی حوالے سے میں نے سورۃ المائدہ کی چند آیات تلاوت کی ہیں، آیئے، ان کا مطالعہ کریں۔

فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَاۗءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاۗءُ بَعْضٍ ۭ﴾

''اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔
یہ ایک دوسرے کے دوست ہیں۔''

یہود و نصاریٰ کی دوستی سے ہمیں یہ کہہ کر سختی سے منع کیا جارہا ہے کہ یہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں، تمہارے خیرخواہ ہرگز نہیں ہیں۔ یہود و نصاریٰ دونوں اپنے اپنے وقت کی مسلمان اُمتیں تھیں۔ یہود طویل عرصہ تک روئے ارضی پر اللہ کی نمائندگی کے منصب پر فائز رہے۔ اُن میں بے شمار انبیاء ورسل آئے، کئی کتابیں آئیں، مگر انہوں نے شریعت کو بازیچۂ اطفال بنایا، کتاب تورات کی عملی تکذیب کی۔ انبیاء کو قتل کیا، لہٰذا وہ اللہ کے غضب کا شکار ہوئے۔ یہی حال نصاریٰ کا ہے۔ وہ بھی ہم سے پہلے زمین پر مسلمان امت تھے، مگر انہوں نے انجیل کی تعلیمات کو ترک کردیا، آسمانی کتابوں میں تحریفیں کیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا بنا ڈالا اور یوں گمراہی کی انتہا پر چلے گئے۔ ان دونوں کو مغضوب اور ضالین قرار دیا گیا۔ یہود ونصاریٰ میں اگرچہ آپس میں شدید دشمنی چلی آتی تھی اور آپس میں خونریز جنگیں بھی ہوتی تھیں مگر اسلام کے خلاف یہ دونوں اکٹھے ہوجاتے تھے۔ اسلام کے خلاف آج تو ان کا اتحاد روزِ روشن کی طرح عیاں ہوگیا ہے۔ یہ اتحاد اس اعتبار سے عجیب ہے کہ یہ برابری کی بنیاد پر نہیں ہے، بلکہ یہود نے نصاریٰ کو اپنا تابع مہمل بنا رکھا ہے۔ عیسائی یہود کے آلۂ کار بن چکے ہیں اور وہ ان کی گردن پر سوار ہیں۔ آج دنیا میں معاشی طور پر یہود کی حکمرانی ہے۔ عیسائی

معاشی اعتبار سے اُن کے غلام ہیں۔ امریکہ جو واحد سپر پاور ہے یہودی بینکاروں کے قرضے میں جکڑا ہوا ہے، بلکہ یہودی پوری دنیا کی معیشت کو کنٹرول کر رہے ہیں۔ یہودی تمام تر ذہانت کے باوجود اپنی تاریخ کے ساڑھے تیرہ سو برس تک مار کھاتے رہے ہیں، آج اُن کو اللہ تعالیٰ نے تھوڑا سا موقع اس لیے دیا ہے، تا کہ آخری دور میں اُن کے ہاتھوں مسلمانوں کی پٹائی ہو۔ وگرنہ بالآخر یہ تباہ و برباد ہوں گے، اور اسرائیل ہی ان کا قبرستان بنے گا۔ آگے فرمایا:

﴿وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٥١﴾﴾

''اور جو شخص تم میں سے ان کو دوست بنائے گا وہ بھی انہیں میں سے ہوگا۔ بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

اللہ نے یہود و نصاریٰ سے دوستی سے منع کرنے کے بعد سخت تنبیہہ بھی فرما دی کہ جو شخص یہود و نصاریٰ سے دوستی کرے گا، وہ انہی میں سے ہوگا، خواہ وہ اپنے آپ کو کتنا ہی مسلمان کہتا پھرے، اور اللہ تعالیٰ ایسے ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دے گا۔ یعنی وہ لوگ جو اللہ کی اتنی واضح ہدایت کے باوجود کفار سے دوستی کریں گے، ہدایت سے محروم رہیں گے۔

﴿فَتَرَى الَّذِيْنَ فِىْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰٓى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ ؕ﴾

''تو جن لوگوں کے دلوں میں (نفاق کا) مرض ہے، تم ان کو دیکھو گے کہ ان میں دوڑ دوڑ کے ملے جاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہمیں خوف ہے کہ کہیں ہم پر زمانے کی گردش نہ آجائے۔''

تمہیں مسلمانوں میں کچھ ایسے لوگ بھی دکھائی دیں گے جو انہی کفار سے دوستی کی پینگیں بڑھاتے ہیں۔ یہ مرض نفاق میں مبتلا لوگ ہیں۔ یہ منافقین کل بھی موجود تھے، اور اس طرح کے لوگ آج بھی موجود ہیں۔ کل کے منافقین مشرکین مکہ سے مراسم رکھتے تھے، رابطے استوار کرتے تھے، اور آج بھی اس قسم کے لوگ یہود و نصاریٰ امریکہ سے ساز باز رکھتے ہیں۔ اُن کی گڈ بکس میں رہنا چاہتے ہیں۔ ہمارے سیاستدان الا ماشاء اللہ امریکہ ہی کی طرف دوڑ رہے ہیں۔ اس لیے کہ ان لوگوں کے دلوں میں روگ ہے۔ انہیں اللہ پر بھروسا نہیں، اللہ کی ہدایت کا کوئی پاس نہیں۔ اپنے خیال میں یہ امریکہ کے آگے اس لیے سر جھکا رہے ہیں کہ کہیں ہم پر کوئی آفت نہ آجائے، ہم بڑی طاقت کی مخالفت مول لے کر کسی مصیبت میں نہ پڑ جائیں۔ اگر ہم امریکہ کو راضی کریں گے تو انڈیا سے محفوظ ہو جائیں گے۔ گردش زمانہ سے بچاؤ کے لیے ہمیں ایک بڑی طاقت کا سہارا درکار ہے، اور یہ سہارا امریکہ ہی ہے جو ہمیں سپورٹ کر سکتا ہے۔

﴿فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِىَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَآ اَسَرُّوْا فِىْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ ﴿٥٢﴾﴾

''سو قریب ہے کہ اللہ فتح بھیجے یا اپنے ہاں سے کوئی اور امر (نازل فرمائے) پھر یہ اپنے دل کی باتوں پر جو چھپایا کرتے تھے پشیمان ہو کر رہ جائیں گے۔''

منافقین یہود کی طرف کیوں جاتے تھے؟ وہ یہود کے سرداروں سے رابطہ کیوں رکھ رہے تھے؟ اس لیے کہ ابھی کفر و اسلام کا معرکہ چل رہا تھا، ابھی وہ اس انتظار میں تھے کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ اگر آخری فتح اسلام کی بجائے مشرکین قریش اور اُن کے حلیف یہودیوں کو حاصل ہوگئی تو ہماری اُن سے بنی رہے گی۔ اللہ نے واضح فرما دیا کہ انہیں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ ہوسکتا ہے کہ اللہ اسلام کو فتح دے دے، پھر یہ اپنی پالیسی اور سوچ پر دل ہی دل میں افسوس کرتے رہیں۔ ہم نے نائن الیون کے بعد امریکہ کا ساتھ دیا تو یہی خیال تھا کہ ہم امریکہ کے عتاب سے بچ جائیں گے۔ ہمارے ایٹمی اثاثے محفوظ ہو جائیں گے۔ معیشت مضبوط ہو جائے گی۔ انڈیا کے مقابلے میں ہماری حیثیت بڑھ جائے گی۔ مگر آج دیکھ لیجیے، یہ ساری باتیں غلط ثابت ہوگئیں۔ امریکہ نے ایٹمی معاہدہ انڈیا سے کیا ہے۔ اس لیے کہ وہ اُسے علاقے کی منی سپر پاور بنانا چاہتا ہے۔ ہماری تمام تر غلامی کے باوجود اُسے ہم پر اعتبار نہیں۔ حالیہ آپریشن کے بعد تو امریکہ اور اُس کے حواریوں کی توپوں کا رُخ پوری طرح پاکستان کی طرف ہوگیا ہے۔ یہی کہا جا رہا ہے کہ پاکستان نے اسامہ کو پناہ دے رکھی تھی، اور اب تک دنیا کو دھوکہ دیتا رہا ہے۔ امریکہ نے ہمیں جس طرح بے آبرو کیا اور کر رہا ہے، اس سے ہماری سیاسی اور فوجی قیادت کے دلوں میں ندامت تو ہو رہی ہوگی کہ سو پیاز کھائے تھے، اب سو جوتے بھی کھانے پڑ رہے ہیں۔

﴿وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ؕ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿٥٣﴾﴾

''اور (اس وقت) مسلمان (تعجب سے) کہیں گے کہ کیا یہ وہی ہیں جو اللہ کی سخت سخت قسمیں کھایا کرتے تھے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں ان کے عمل اکارت گئے اور وہ خسارے میں پڑ گئے۔''

یہ آیت مجھ پر جتنی آج واضح ہوئی، اتنی پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی۔ اہل ایمان منافقین کی شکست اور رسوائی دیکھ کر کہیں گے کہ کیا یہ وہی لوگ ہیں جو ہمیں کہتے تھے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ جو کہتے تھے کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں، ملکی مفاد میں کر رہے ہیں۔ سوات اور وزیرستان میں فوجی آپریشن ہم نے اسی لیے کیا کہ اس میں ہمارا اپنا مفاد تھا۔ یہ جنگ امریکہ کی نہیں ہماری اپنی ہے۔ اللہ فرماتا ہے کہ ایسے نابکاروں کے سب اعمال ضائع ہوگئے۔ اگر کوئی نیکی کی تھی، اگر بیت اللہ پر چڑھ کر اذان دی تھی، تو مسلمانوں کے خلاف کفار کا ساتھ دینے سے یہ ضائع ہوگیا ہے اور یہ ناکام و نامراد رہیں گے۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِى اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۫ يُجَاهِدُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿٥٤﴾﴾

''اے ایمان والو! اگر کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے گا تو اللہ ایسے لوگ پیدا کر دے گا جن کو وہ دوست رکھے اور جسے وہ دوست رکھیں اور جو مومنوں کے حق میں نرمی کریں اور کافروں سے سختی سے پیش آئیں اللہ کی راہ میں جہاد کریں اور کسی ملامت کرنے والے سے نہ ڈریں۔ یہ اللہ کا فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑی کشائش والا اور جاننے والا ہے۔''

اللہ نے اہل ایمان کو تنبیہہ فرما دی کہ یاد رکھو کہ اگر تم میں سے کوئی اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ کوئی اور قوم لے آئے گا۔ سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ اللہ کی طرف سے ممانعت کے باوجود کفار سے دوستی رکھیں اُن کی یہ روش معنوی ارتداد کے مترادف ہے، خواہ یہ لوگ صبح و شام ہزار بار بھی کلمہ پڑھیں۔ ایسے لوگوں کی جگہ اللہ ایسی قوم کو لے آئے گا جن سے اللہ محبت کرتا ہوگا اور جو اللہ سے محبت کریں گے۔ ان کی دوسری صفت یہ ہوگی کہ وہ اہل ایمان کے حق میں انتہائی بچھے ہوئے ہوں گے۔ یہ نہیں کہ اُن کو کیڑے مکوڑے سمجھ کر اُن کے خلاف ڈرون حملوں کی اجازت دیں، اور وہ کافروں کے مقابلے میں انتہائی سخت ہوں گے۔ اُن کا موقف نہایت جاندار ہوگا۔ تیسری صفت یہ ہوگی کہ وہ صلیبیوں کے فرنٹ لائن اتحادی بننے کی بجائے اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے۔ اور اس معاملے میں انہیں کسی ملامت گر کی ملامت کی کوئی پروا نہیں ہوگی۔

ایبٹ آباد آپریشن کے بعد اوباما نے بڑے کبر و نخوت سے یہ کہا کہ اس آپریشن سے ہم نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ امریکہ جو چاہتا ہے کر سکتا ہے۔ اوباما کا یہ

(باقی اگلے صفحہ پر)

حقیقت یا فسانہ.....کچھ تو ہے!

عتیق الرحمٰن صدیقی

فراعنہ اور نماردہ کی قہرمانیوں اور جوروستم کے استیصال کے لیے سربکف افراد شہادت کا مرتبہ پاتے ہیں یا ہلاکت کا، اس کا فیصلہ کون کرے گا امریکہ کا صدر اوباما یا امت مسلمہ؟ دس سال تک استعماری قوتوں کو انگاروں پر دہکانے والا شخص کیا واقعی زندگی سے محروم ہو چکا ہے یا ایک ڈراما اور سوچی سمجھی ہوئی سازش ہے۔ اے این این (خبر رساں ایجنسی) کے مطابق امریکہ نے جس گھر پر حملہ کیا وہ اسامہ کا نہیں تھا۔ آپریشن میں ان کا ہم شکل دین محمد مارا گیا۔ یہ اس مکان کے پڑوسی کی گواہی ہے۔ اسی خبر رساں ایجنسی کے مطابق جائے وقوعہ پر کسی بھی جگہ مزاحمت کے نشان نہیں ہیں اور نہ ہی ہیلی کاپٹر پر راکٹ برسانے کے شواہد ملے ہیں۔ اسامہ کی داڑھی کے بال چوتھائی سے زیادہ سفید ہو چکے تھے مگر جو تصویر دکھائی گئی وہ ایسے اسامہ کی ہے جو نہ صرف جوان ہے بلکہ داڑھی کا رنگ بالکل سیاہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے جیسے اس کی داڑھی کو مصنوعی رنگ میں رنگا گیا ہو۔ اسامہ کی جو مسخ شدہ تصویر جاری کی گئی وہ تصویر 2003 اور 2007 کو امریکی صدر کے خطاب کے عقب میں لگی ہوئی تھی جو غالباً اسامہ بن لادن کا کوئی ہم شکل بنا کر تیار کی گئی تھی۔ جس مکان میں اسامہ رہائش پذیر ظاہر کیا گیا ہے اسے دیومالائی تصور کی صورت میں ظاہر کیا گیا ہے۔

ایبٹ آباد آپریشن کی جو کہانی تراشی گئی وہ حقیقت ہے کہ فسانہ، سمجھ سے بالاتر ہے۔ اس بات کا خدشہ ظاہر کیا گیا ہے کہ پاکستان کے ایٹمی اثاثوں کو نشانہ بنانے کے لیے یہ ڈرامہ رچایا گیا۔ اس لیے کہ اسامہ بن لادن کو اس سے پہلے 2003ء اور 2007ء میں مبینہ طور پر ہلاک کر دیا گیا تھا۔ اب یہ تیسری بار دعویٰ کیا گیا کہ ایبٹ آباد میں روپوش اسامہ کو ہلاک کر دیا گیا ہے۔ قارئین اس امر سے بھی آگاہ ہیں کہ اسامہ کے گردے ناکارہ ہو چکے تھے اور وہ ڈائیلاسز مشین پر زندہ تھا۔ یہ ممکن ہی کب ہے کہ وہ بارہ چودہ سال تک مزید زندہ رہ سکیں۔

مسلح افواج کے سابق سربراہ جنرل (ر) مرزا اسلم بیگ نے واشگاف انداز میں یہ کہا ہے کہ اسامہ کے خلاف آپریشن افغانستان میں ہوا، ایبٹ آباد والا ڈراما پاکستان کو بدنام کرنے کے لیے ہے، یہ کہنا کہ آئی ایس آئی کے سیف ہاؤس میں اسامہ کو ہلاک کیا گیا غلط ہے، آئی ایس آئی سڑکوں پر سیف ہاؤس نہیں بناتی، زندہ ہو یا مردہ، اسامہ امریکی مخالف متھ کا نام ہے جو ٹوٹنے والی نہیں۔ امریکہ کی اسلام دشمنی ختم ہونے تک جدوجہد جاری رہے گی (نوائے وقت: 3 مئی) اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ اسامہ کی لاش جائے وقوعہ سے ملی ہے تو بھی ایبٹ آباد کے شہریوں کے بقول انہیں کسی اور جگہ سے لا کر یہاں مارا گیا ہے۔ وہ پہلے سے اس گھر کے مکین ہرگز نہ تھے۔ میڈیا کے کسی فرد کو مذکورہ مکان کے قریب تک نہیں جانے دیا گیا اور پھر یہ بھی ہرگز ممکن نہیں کہ اسامہ کی نعش کو آناً فاناً امریکہ پہنچایا جا سکے۔ اگر اس کی نعش امریکہ کے ہاتھ لگی ہوتی تو اس کی نمائش کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھتا۔ حیران کن بات ہے کہ اسامہ کی لاش کو دفنانے کی بجائے سمندر برد کرنے کا دعویٰ کیا گیا، آخر یہ پُراسرار طریقہ اختیار کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ یہ ڈراما جس انداز میں سٹیج کیا گیا اُس نے شکوک و شبہات کا ایک طومار کھڑا کر دیا ہے۔

ایبٹ آباد کے شہری اور بلال ٹاؤن میں بسنے والے لوگ اور پڑوسی یہ تسلیم کرنے کے لیے ہرگز تیار نہیں کہ ایک عرصہ سے ایک ورلڈ فیم کا آدمی ایک محلے میں رہ رہا ہو، مگر کسی کے کان میں بھنک نہ پڑے۔ اور پھر وفاقی حکومت کے لبوں پر گھنٹوں تک مہر سکوت طاری ہو جائے اور جب مہر کھلے تو گول مول انداز میں کہہ دیا جائے کہ جو کچھ ہوا وہ امریکہ کی پالیسی کے عین مطابق تھا اور وزیر اعظم ہمیشہ کی طرح یہ راگ الاپتے رہیں کہ پاکستان اپنی سرزمین کو کسی ملک کے خلاف دہشت گردی کے لیے استعمال ہونے کی اجازت نہیں دے گا۔ کور کمانڈر پشاور گویا ہوتے ہیں کہ ملک کی طرف میلی نظروں سے دیکھنے والوں کی آنکھیں نکال دیں گے۔ امریکی صدر اوباما کسی ٹھوس ثبوت کے بغیر اسامہ کو تین ہزار امریکیوں کا قاتل قرار دیتے ہیں ان کے نزدیک وہ دہشت گردی کا عظیم سرغنہ تھا، مگر افغانستان اور عراق میں ہزاروں لاکھوں افراد کا قاتل کیا عظیم ترین دہشت گرد نہ ہوگا؟ ڈرون حملوں سے بے شمار معصوم جانوں کو ہلاکت کے گڑھے میں دھکیلنے کا عمل آخر کس نام سے تعبیر کیا جائے گا؟ امریکی سپیشل فورسز کا یہ آپریشن کیا ہماری آزادی اور خودمختاری پر بدنما دھبہ نہیں؟ امریکی ٹی وی کو انٹرویو دیتے ہوئے سینیٹر جان کیری کا یہ کہنا کہ پاکستان نے ڈرون حملوں کی اجازت دی ہے، دہشت گرد دنیا میں جس کونے میں ہوں گے وہ انہیں انجام تک پہنچائیں گے۔ یہ دھمکی کیا مملکت پاکستان کے لیے چیلنج کی حیثیت نہیں رکھتی؟ اس راز درون خانہ سے جتنی جلدی پردہ سرکایا جائے ملک و قوم کے لیے بہتر ہوگا۔

بقیہ: منبر و محراب

دعویٰ نہایت گمراہ کن ہے۔ یہ اختیار صرف اللہ کا ہے کہ جو چاہتا ہے کر سکتا ہے۔ وہ ایک کلمہ ''کن'' کہتا ہے تو ہو جاتا ہے۔ فرعون بھی اسی طرح کے دعوے کرتا تھا۔ اُس نے بھی کہا تھا کہ ﴿اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی﴾ مگر اس کا جو حشر ہوا، وہ پوری دنیا کے لیے باعث عبرت ہے۔ اوباما اور امریکہ کی طرف سے اسامہ کو شہید کرنے کے دعوے کو اگر سچ مان بھی لیا جائے تو بھی یہ دعویٰ لایعنی ہی قرار پائے گا کہ ہم جو چاہتے ہیں کر سکتے ہیں۔ اس لیے کہ اگر وہ اس قدر قوت اور طاقت رکھتے تھے تو اسامہ کو دس سال گزرنے کے بعد کیوں مارا ہے، پہلے کیوں نہیں مار دیا۔ طالبانِ افغانستان کو وہ شکست کیوں نہیں دے سکے۔ اُن سرفروشوں کے ہاتھوں ذلت آمیز شکست کا کیوں سامنا کر رہے ہیں۔ بہرحال طالبان افغانستان تو سرفروشی کی تاریخ رقم کر کے سرخرو ہو گئے، مگر ہم دلدل میں پھنستے جا رہے ہیں۔ ہمارے گرد گھیرا تنگ کر دیا گیا ہے۔ اب پاکستان براہِ راست امریکہ کا ٹارگٹ ہوگا۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمارے حکمران اپنی عاقبت نااندیشانہ روش کو ترک کریں، امریکہ سے تعاون کی مجرمانہ پالیسی سے سجدہ سہو کر کے قوم کو حقائق بتائیں۔ اللہ کا دامن پکڑ لیں، اُس پر بھروسا کریں اور قوم کو پوری جرأت کے ساتھ امریکہ کے خلاف کھڑا کریں۔ اسی طور سے اللہ کی مدد آئے گی۔

[مرتب: محبوب الحق عاجز]

☆☆☆

انقلاب نبویؐ کا مرحلہ اول: کردار سازی اور اُس کا نبوی طریق

فرد کی تبدیلی کے لیے قرآن حکیم کا پروگرام (ii)

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ کا فکر انگیز خطاب

تزکیہ:

نبی کریم ﷺ کے فرائض چہارگانہ میں دوسرا فریضہ تزکیہ ہے۔ جس کے لیے یہاں الفاظ ﴿یُزَکِّیۡھِمۡ﴾ آئے ہیں۔ تزکیہ کی اصل حقیقت کیا ہے؟ اس مرحلے پر اسے اچھی طرح سمجھنا ضروری ہے۔ تزکیہ کے لفظی معنی پاک کرنا ہیں۔ یہ ایک باغبان کا فعل ہے۔ ایک باغبان اپنا باغ لگاتا ہے۔ اس میں پھل دار درخت اور پھولوں والے پودے ہوتے ہیں، لیکن ان کے ساتھ ساتھ کچھ گھاس پھوس اور جھاڑ جھنکار بھی اُگ آتی ہے جو زمین کی ساری قوت نمو اور پانی کو جذب کرلیتی ہے۔ اگر یہ قوت نمو اور پانی پھل دار درختوں اور پھولوں کے پودے حاصل کریں تو اُن کی بڑھوتری اور نشوونما زیادہ بہتر ہو۔ لہٰذا باغبان اس گھاس پھوس اور جھاڑ جھنکار کو نکال باہر کرتا ہے، تاکہ اُس کے لگائے درختوں اور پودوں کی نشونما میں حائل رکاوٹیں دور ہو جائیں۔ یہی معاملہ انسان کا ہے۔ انسان کی شخصیت کا ہیولہ دو چیزوں سے تیار ہوتا ہے۔ ایک اُس کا ظاہری جسم اور وجود ہے اور دوسرا اُس کا معنوی وجود ہے۔ انسان کے معنوی وجود کی نشوونما اور ترقی میں بہت سی چیزیں رکاوٹ بنتی ہیں۔ تزکیہ یہ ہے کہ اُن رکاوٹوں کو دور کردیا جائے، تاکہ اُس کی نشونما صحیح طور سے ہوسکے۔ قرآن حکیم نے ''تزکیہ'' کا لفظ چار معنی میں استعمال کیا ہے۔ سب سے پہلی چیز تطہیر فکر ہے۔ انسان کی فکر میں جو غلط چیزیں، غلط خیالات، غلط عقائد، غلط فلسفے وغیرہ ہوتے ہیں، اُن کو نکال باہر کرنا۔ دوسری چیز تزکیہ نفس ہے۔ نفس پر حیوانی جبلتیں غالب آجاتی ہیں۔ نفس کو اس طور سے پاک کرنا کہ وہ ان جبلتوں پر قابو پالے، یہ اُس کا تزکیہ ہے۔

تیسری چیز تصفیۂ قلب ہے۔ قلب انسانی آئینہ کی مانند صاف ہوتا ہے، مگر اس پر غبار آجاتا ہے۔ اس غبار کو ہٹا کر قلب کو صاف کرنا، یہ بھی تزکیہ کے ذیل میں آتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''دلوں (کے آئینے) پر بھی زنگ لگ جاتا ہے جیسے کہ لوہے پر زنگ لگ جاتا ہے''۔ پوچھا گیا یارسول اللہ ﷺ! اس کی جلا کیا ہے؟ فرمایا: ''موت کا کثرت سے ذکر اور تلاوت قرآن''۔ چوتھی چیز تجلیۂ روح ہے۔ ہماری ارواح ہمارے جسمانی وجود سے بہت پہلے عالم ارواح میں پیدا کی گئی۔ روح بھی غلط اثرات سے مضمحل ہوجاتی ہے، اِسے جلا دینا، اس روشنی کو بھڑکانا بھی تزکیہ ہے۔

قرآن مجید شفاء لما فی الصدور ہے۔ وہ خود کہتا ہے:

﴿یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ قَدۡ جَآءَتۡکُمۡ مَّوۡعِظَۃٌ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ وَ شِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوۡرِ ۵﴾ (یونس:57)

''لوگو! تمہارے پاس آگئی ہے تمہارے پروردگار کی طرف سے نصیحت اور دلوں کی بیماریوں کی شفا۔''

قرآن موعظہ اور وعظ ہے جو دل کی کھیتی کو نرم کرتا ہے۔ آپ زمین کو ہل چلا کر پہلے نرم کرتے ہیں، پھر بیج ڈالتے ہیں، تب ہی اُس میں فصل اُگتی ہے۔ اگر زمین کو نرم کیے بغیر بیج ڈال دیں گے تو وہ ضائع ہوجائے گا۔ اسی طرح ضروری ہے کہ پہلے موعظہ سے دل کو نرم کیا جائے، اور جب نرم ہوجائے تو اس میں قرآن کا بیج ڈالا جائے۔ پھر ہی وہ سینوں میں جو حب الدنیا، حب مال ہے اور حب شہوات کے روگ ہیں، اُن کے لیے شفا بنے گا۔ قرآن سے یہ ساری چیزیں اندر سے نکلیں گی اور باطن کی صفائی ہوگی، اِسی کا نام تزکیہ ہے۔ سورۂ بنی اسرائیل میں بھی فرمایا گیا:

﴿وَ نُنَزِّلُ مِنَ الۡقُرۡاٰنِ مَا ھُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحۡمَۃٌ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ﴾ (آیت:82) ''اور ہم قرآن (کے ذریعے) سے وہ چیز نازل کرتے ہیں جو مومنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے۔''

تزکیہ کے لیے قرآن حکیم ہی عظیم ترین شے ہے، اِسی قرآن کے ذریعے اندر کے روگوں کا علاج ہوسکتا ہے۔ یہی اندھیروں سے روشنی کی طرف لاتا ہے۔ قرآن حکیم تزکیہ کا جو نسخہ بتاتا ہے وہ چار چیزوں پر مشتمل ہے: ① قرآن اور نماز ② صلوٰۃ تہجد، قیام اللیل، ③ روزہ، ④ انفاق فی سبیل اللہ۔ اگر قرآن مجید کو تزکیہ کا مرکز ومحور بنایا جائے گا تو یہ آپ کے ذہن سے اُتر کر قلب سے ہوتے ہوئے آپ کے پورے وجود کو دھو کر صاف کردے گا۔

بدقسمتی سے تزکیۂ نفس کے ضمن میں ہمارے صوفیاء نے جو مختلف طریقے اختیار کیے ہیں وہ نبویؐ طریق سے کچھ زیادہ مطابقت نہیں رکھتے۔ ہماری ایک بڑی بدقسمتی یہ بھی رہی ہے کہ دورِ صحابہؓ کے بعد ہمارے ہاں اس وحدتِ فکر وعمل میں بتدریج زوال آتا چلا گیا جو دورِ خلافت راشدہ کا طرۂ امتیاز تھی۔ کچھ لوگ قانون اور فقہ کے ماہر بن گئے اور کچھ نے تزکیۂ نفس کے میدان کو اختیار کرلیا۔ اس طرح مختلف گوشوں میں یہ تمام امور بڑھتے چلے گئے اور ہر گوشہ اپنے ہی انداز میں ترقی کرتا اور پروان چڑھتا رہا۔ اس طرح وہ وحدت فکر وعمل جو قرآن مجید نے عطا کی تھی، مجروح ہوئی۔ چنانچہ تزکیۂ نفس کے معاملہ میں نہ معلوم کہاں سے یہ نظریات لیے گئے اور کہاں سے یہ نفسیاتی ریاضتیں اور مشقتیں اخذ کی گئیں کہ جن کے ذریعے سے تصفیۂ باطن، تزکیۂ نفس اور تربیت روحانی کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس ضمن میں واقعہ یہ ہے کہ میں گہرے احساس کے ساتھ اور علیٰ وجہ البصیرت یہ عرض کررہا ہوں کہ اس میدان میں طریق نبویؐ سے کچھ زیادہ ہی دوری ہوتی چلی گئی۔ نبی اکرم ﷺ کا طریقۂ تربیت اور اسلوبِ تزکیہ اس سے بہت مختلف تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے تزکیۂ نفس کے لیے جو طریقہ اختیار فرمایا تھا وہ یہی تھا کہ پہلے اس قرآن کے ذریعے سے فکر کی تطہیر کی جائے، نقطۂ نظر اور سوچ کی اصلاح کی جائے، نتیجتاً غلط اعمال پت جھڑ کی طرح ازخود جھڑ جائیں گے یا جیسے اس درخت کے پتے سوکھ کر جھڑ جاتے ہیں جس کی جڑ کاٹ دی گئی ہو۔ یہ ہے تزکیہ کا عمل۔ قرآن مجید ہی درحقیقت اس عمل تزکیہ کا محور ہے۔ ''تلاوتِ آیات'' کی طرح تزکیہ کی اساس اور بنیاد بھی یہی قرآن ہے۔ افسوس یہ ہے کہ اس معاملے میں جو طریقے اختیار کیے گئے ان میں بالعموم قرآن حکیم کو نظر انداز کردیا گیا۔

علامہ اقبال نے اس تلخ حقیقت کی جانب اپنے اشعار میں بڑی خوبصورتی سے اشارہ کیا ہے:

صوفی پشمینہ پوش حال مست
از شراب نغمۂ قوال مست
آتش از شعر عراقی در دلش
در نمی سازد بقرآں محفلش

صوفیوں کا بالعموم حال یہ ہو گیا کہ عراقی یا اس قبیل کے دیگر شعراء کے اشعار سے تو ان کے دلوں میں حرارت پیدا ہو جاتی ہے لیکن قرآن کو سن کر ان کی آنکھیں پُرنم نہیں ہوتیں۔ اس لیے کہ تلاوتِ قرآن کے ذریعے سے اندرونی کثافتوں اور کدورتوں کی صفائی کرنے کا جو طریقہ تھا محمد رسول اللہ ﷺ کا، وہ متروک ہوتا چلا گیا اور تزکیہ کا عمل جو درحقیقت براہِ راست نتیجہ تھا ﴿یَتۡلُوۡا عَلَیۡھِمۡ اٰیٰتِہٖ﴾ کا اسے اس کی اصل سے کاٹ دیا گیا۔
علامہ اقبال نے بعض حقائق کی تعبیر بڑی خوبصورتی سے کی ہے، وہ کہتے ہیں:

کشتن ابلیس کارے مشکل است
زاں کہ او گم اندر اعماقِ دل است

''ابلیس کو قتل کر دینا اور اس کو بالکل ختم کر دینا بڑا مشکل کام ہے، اس لیے کہ وہ تو لوگوں کے وجود کے اندر سرایت کر جاتا ہے، دل کی گہرائیوں میں اتر جاتا ہے۔ یہ درحقیقت اس حدیثِ نبویؐ کا ترجمہ یا ترجمانی ہے کہ جس میں حضور ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ الشَّیۡطَانَ یَجۡرِیۡ مِنَ الۡاِنۡسَانِ مَجۡرَی الدَّمِ))

''بے شک شیطان تو انسان کے وجود کے اندر اس طرح جاری وساری ہو جاتا ہے جیسے (اس کی رگوں میں) خون دوڑتا ہے۔''

اس کے بعد علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

خوشتر آں باشد مسلمانش کنی
کشتۂ شمشیرِ قرآنش کنی

اس شعر کے پہلے مصرعے میں بھی درحقیقت ایک حدیث کی طرف اشارہ ہے۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہر انسان کے ساتھ ایک شیطان ہوتا ہے۔ اس پر صحابہ ؓ میں سے واقعتاً کسی نے بڑی ہمت کر کے سوال کیا کہ حضور ﷺ کیا آپؐ کے ساتھ بھی ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں ہے، لیکن میں نے اسے مسلمان کر لیا ہے۔ علامہ اقبال نے اسی حدیث کی طرف ان الفاظ میں اشارہ کیا ہے کہ ع خوشتر آں باشد مسلمانش کنی۔ یعنی بہتر یہ ہے کہ تم اس شیطان کو مسلمان کر لو! لیکن اس کا طریقہ کیا ہے؟ وہ یہ کہ ع کشتۂ شمشیرِ قرآنش کنی! اسے قرآن کی شمشیر سے قتل کرو۔ تمہارے اندر اگر غلط خیالات، غلط رجحانات، غلط جذبات اور غلط شہوات پیدا ہو رہی ہیں تو یہ درحقیقت تمہاری غلط سوچ اور فکر اور تمہارے نقطۂ نظر کے کج ہو جانے کا نتیجہ ہے۔ یہ قرآن ایک ایسا ذریعہ ہے جو تمہاری سوچ کو صحیح کرے گا، تمہارے نقطۂ نظر کو درست کرے گا، اور تمہارے نظامِ اقدار (Value system) کو صحیح بنیادوں پر استوار کرے گا۔ یہ ہے وہ طریقہ کہ جس سے تمہاری شخصیت میں بھی انقلاب آئے گا اور اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ غلط عادات اور غلط افکار کے دھبے تمہاری شخصیت سے خود بخود دور ہوتے چلے جائیں گے اور باطن کے اس انقلاب کے بعد ہی تم اس قابل ہو سکو گے کہ خارج میں بھی انقلاب برپا کر سکو!

نبی اکرم ﷺ کے اس انقلابی عمل میں قرآن حکیم کو جو اہمیت حاصل ہے اور جس کو بڑے ہی اجمال کے ساتھ مولانا حالی نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ ؎

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

واقعہ یہ ہے کہ اس دور میں اس حقیقت کو علامہ اقبال مرحوم نے کما حقہ سمجھا ہے اور اس کا ادراک کیا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید کی عظمت کا بیان جس طرح ہمیں ان کے ہاں ملتا ہے، وہ اس دور کے کسی اور شخص کے ہاں نہیں ملتا۔ اس ضمن میں ان کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیے۔ ؎

گر تو می خواہی مسلماں زیستن
نیست ممکن جز بہ قرآں زیستن
آں کتابِ زندہ قرآنِ حکیم
حکمتِ او لا یزال است و قدیم
فاش گویم آنچہ در دل مضمر است
ایں کتابے نیست چیزے دیگر است
مثلِ حق پنہاں و ہم پیداست ایں
زندہ و پائندہ و گویاست ایں
چوں بجاں در رفت جاں دیگر شود
جاں چو دیگر شد جہاں دیگر شود

ان اشعار میں سے آخری شعر میں علامہ اقبال نے یہ حقیقت بیان کی ہے کہ جب یہ قرآن کسی کے باطن میں سرایت کر جاتا ہے تو اس کے اندر کی دنیا بدل جاتی ہے، اس کے اندر ایک عظیم انقلاب آ جاتا ہے، اس کی سوچ، اس کا فکر اور اس کے نظریات بدل جاتے ہیں، اس کی اقدار، اس کا نقطۂ نظر اور زاویۂ نگاہ تبدیل ہو جاتا ہے۔ اب گویا کہ وہ مکمل طور پر ایک بدلا ہوا انسان ہے اور اس کے اندر سے جو یہ تبدیلی ابھری ہے، یہی درحقیقت صحیح طور پر خارج میں ایک تبدیلی برپا کرے گی اور اس طرح تمام غلط رویے اور تمام غلط اعمال خود بخود ختم ہوتے چلے جائیں گے، کیونکہ اندر سے ان کو غذا دینے والی جڑیں اب کاٹی جا چکی ہیں۔

یہ بات بھی واضح ہو کہ اتباعِ شریعت کے لیے تزکیہ نہایت ضروری ہے۔ اگر تزکیہ نہیں ہوگا تو احکامِ شریعت کی پیروی پر آمادگی نہ ہوگی۔ آپ اپنے بیٹے کو نماز پڑھنے کا کہتے ہیں۔ اگر اس کا تزکیہ نہیں ہوا ہے تو وہ نماز نہیں پڑھے گا۔ اگر وہ سعادت مند ہے تو آپ کے سامنے پڑھ بھی لے تو آپ کی عدم موجودگی میں نہیں پڑھے گا۔ سبب کیا ہے؟ اُسے آپ نماز پڑھوانا چاہتے ہیں، حالانکہ اسے خدا پر یقین نہیں ہے۔ آپ نے اُسے جہاں پڑھایا ہے وہاں سے اُسے بے یقینی اور تشکیک کے جراثیم منتقل ہوئے ہیں۔ ؎

گلا تو گھونٹ دیا ہے اہلِ مدرسہ نے تیرا
کہاں سے آئے صدا لا الہ الا اللہ

پہلے اُس کی فکر کی تطہیر کرو، تب اندر سے نماز ابھرے گی۔ جب اُس کے دل میں یقین ہی نہیں تو وہ عمل پر کیسے آمادہ ہوگا۔ جب فکر کی تطہیر ہوتی ہے تب اندر سے خود بخود کی شریعت کی طلب اُبھرنے لگتی ہے۔ پھر انسان اس بات کا خیال رکھتا ہے کہ میرا کوئی قدم راہ شریعت سے ہٹنے نہ پائے۔ وہ حکم شریعت معلوم کرتا ہے، تاکہ اُس پر چلے۔
قرآن مجید میں صحابہ کرام ؓ کے بارے میں آتا ہے کہ ﴿یَسۡـَٔلُوۡنَکَ عَنِ الۡاَھِلَّۃِ ؕ﴾ (189) [(اے محمدؐ) تم سے نئے چاند کے بارے میں دریافت کرتے ہیں (کہ گھٹتا بڑھتا کیوں ہے)] ﴿یَسۡـَٔلُوۡنَکَ مَاذَا یُنۡفِقُوۡنَ ؕ﴾ (215) [(اے محمدؐ) لوگ تم سے پوچھتے ہیں کہ (اللہ کی راہ میں) کس طرح کا مال خرچ کریں۔] ﴿یَسۡـَٔلُوۡنَکَ عَنِ الشَّہۡرِ الۡحَرَامِ قِتَالٍ فِیۡہِ ؕ﴾ (217) [(اے محمدؐ) لوگ تم سے عزت والے مہینوں میں لڑائی کرنے کے بارے میں دریافت کرتے ہیں۔] ﴿یَسۡـَٔلُوۡنَکَ عَنِ الۡخَمۡرِ وَالۡمَیۡسِرِ ؕ﴾ (219) [(اے پیغمبرؐ) تم سے شراب اور جوئے کا حکم دریافت کرتے ہیں۔] ﴿وَیَسۡـَٔلُوۡنَکَ عَنِ الۡیَتٰمٰی ؕ﴾ (220) (اور تم سے یتیموں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں) ﴿وَیَسۡـَٔلُوۡنَکَ عَنِ الۡمَحِیۡضِ ؕ﴾ (222) (اور تم سے حیض کے بارے میں دریافت کرتے ہیں۔) (سورۃ البقرہ) ﴿یَسۡـَٔلُوۡنَکَ مَاذَآ اُحِلَّ لَھُمۡ ؕ﴾ (المائدہ:4) (تم سے پوچھتے ہیں کہ کون کون سی چیزیں ان کے لیے حلال ہیں۔) ﴿یَسۡـَٔلُوۡنَکَ عَنِ

﴿الْاَنْفَالِ ؕ﴾ (الانفال:1) [(اے محمدؐ مجاہد لوگ] تم سے غنیمت کے مال کے بارے میں دریافت کرتے ہیں۔ صحابہ نبی ﷺ سے یہ سوالات کیوں پوچھتے تھے؟ اس لیے کہ تزکیہ نفس کے بعد اُن کے اندر اتباعِ شریعت کی سچی طلب پیدا ہوگئی تھی اور اتباع کے لیے راستہ معلوم ہونا ضروری ہے۔

تعلیم کتاب:

تلاوت آیات اور تزکیہ نفوس کے بعد تیسرا مرحلہ ''تعلیم کتاب'' کا ہے۔ چنانچہ آگے فرمایا:

﴿وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ﴾

''اور وہ تعلیم دیتا ہے انہیں کتاب کی۔''

جیسا کہ آغاز میں واضح کیا جا چکا ہے کہ ''تلاوتِ آیات'' میں بھی پیشِ نظر قرآن ہے۔ لیکن یہاں پھر جو کتاب کا لفظ آیا ہے تو اس میں یقیناً قرآن مجید کا کوئی دوسرا پہلو پیشِ نظر ہے۔ اس طرح مختلف الفاظ سے قرآن مجید ہی کے مختلف گوشوں یا مختلف پہلوؤں کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے۔ اس اصول کی روشنی میں غور کریں تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ قرآن مجید میں لفظ ''کتاب'' بالعموم قانون کے لیے آتا ہے، مثلاً کسی چیز کے وجوب اور فرضیت کا بیان ''کُتِبَ'' کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ جیسے فرمایا گیا: ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ﴾ ''تم پر روزہ رکھنا فرض کر دیا گیا۔'' ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ﴾ ''تم پر قتال فرض کر دیا گیا۔'' ایسے ہی وصیت کے وجوب کے بارے میں جو ابتدائی حکم تھا اس کے الفاظ ہیں: ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۖۚ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ......﴾ ''تم پر واجب کر دیا گیا ہے کہ جب تم میں سے کسی کے سامنے موت آ موجود ہو اور اگر وہ کچھ مال چھوڑ کر جا رہا ہو تو والدین اور رشتے داروں کے لیے وصیت کر جائے!'' کہیں آتا ہے: ﴿حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ......﴾ ''یہاں تک کہ قانون اپنی اصل مدت کو پہنچ جائے۔'' تو لفظ ''کتاب'' کا اطلاق اس کی پوری ہمہ گیریت کے ساتھ پورے قرآن مجید پر بھی ہوگا۔ لیکن جب قرآن کے مختلف پہلوؤں کے لیے مختلف الفاظ استعمال کیے جا رہے ہوں تو ''کتاب'' سے مراد قوانین اور احکام ہوں گے۔ چنانچہ آیت زیرِ مطالعہ میں انقلابِ نبویؐ کے اساسی منہاج کی وضاحت کے لیے مختلف الفاظ آ رہے ہیں۔ سب سے پہلے فرمایا: ﴿يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ﴾ اور یہاں ''تلاوتِ آیات'' سے مراد لازمی طور پر قرآن حکیم ہی کی آیات کی تلاوت ہے۔

اس کے بعد ﴿يُزَكِّيْهِمْ﴾ کے الفاظ میں تزکیہ نفوس کا ذکر کیا گیا ہے جو اسی کا ایک منطقی نتیجہ ہے۔ پھر ﴿يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ﴾ میں جو لفظ ''کتاب'' دوبارہ آیا ہے تو واقعہ یہ ہے کہ یہاں اس سے مراد احکامِ شریعت (DOs and Don'ts) ہیں، یعنی یہ کرو اور یہ نہ کرو! یہ حلال ہے اور یہ حرام!

حلال و حرام کے احکام دینے میں یہ تدریج اور ترتیب برقرار رکھی گئی ہے کہ انہیں قلوب و اذہان کو بدلے بغیر نافذ نہیں کیا گیا۔ جب ذہن و فکر کی تبدیلی عمل میں آ چکی، دلوں کی دنیا میں ایمان جاگزیں اور راسخ ہو چکا اور بنیادی طور پر بُرے کردار اور بُرے اخلاق سے انسان کا دامن صاف ہو چکا تو اب یوں سمجھئے کہ گویا زمین میں ہل چل چکا ہے اور وہ بیج ڈالے جانے کے لیے پوری طرح تیار ہے۔ اب بیج ڈالیں گے تو وہ بیج بار آور ہوگا، نتیجہ خیز ہوگا۔ زمین کو تیار کیے بغیر بیج ڈال دیا جائے تو بیج ضائع ہو جائے گا۔ چنانچہ جب ﴿يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ﴾ کا عمل کیا جا چکا اور تزکیے کے بنیادی تقاضے پورے ہو چکے، تب کہا گیا کہ یہ کرو اور یہ نہ کرو! اور اس وقت ہر حکم کو پوری خوشدلی کے ساتھ قبول کیا گیا۔ غور کیجیے، قرآن میں پہلے ہی حلال اور حرام کے احکام کیوں نہیں آ گئے اور ان کا نزول اتنی دیر کے بعد کیوں ہوا؟ یا پورا قرآن یک دم کیوں نازل نہیں کر دیا گیا؟ اس کی وجہ یہی حکمتِ تدریج ہے۔ پہلے وہ آیات اور سورتیں اتریں جنہوں نے قلوب و اذہان کی دنیا میں ہل چلایا اور اس میں سے کثافتوں کو نکال کر باہر پھینک دیا، ایمان کی بنیادوں کو استوار کیا، نتیجتاً بنیادی انسانی اخلاق پروان چڑھے اور گندگیوں سے سیرتیں پاک ہو گئیں۔ اس طرح جب یہ زمین پوری طرح تیار ہو گئی تو اس میں بیج ڈالا گیا اور یہ بیج خوب بار آور ہوا۔ یہ ہے وہ حکمت اور تدریج کہ جو قرآن مجید نے اپنے نزول میں ملحوظ رکھی، یا صحیح تر الفاظ میں یوں کہنا چاہیے کہ قرآن کے نازل کرنے والے نے اس کے نازل کرنے میں پیشِ نظر رکھی اور اسی حکمت اور اسی تدریج کے ساتھ محمد رسول اللہ ﷺ نے انقلاب برپا کیا۔ یہ اسی کا مظہر ہے کہ ذہنی و قلبی تربیت کے بعد صحابہ کرام ؓ کو جو بھی حکم دیا گیا وہ انہوں نے بلا تامل قبول کیا۔ انہیں جس چیز کے چھوڑنے کو کہا گیا وہ انہوں نے فوراً ترک کر دی۔ (جاری ہے)

[مرتب: ابو اکرام]

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ

''دفتر تنظیم اسلامی بلوچستان (370-12/2-2 بالائی منزل بالمقابل کوالٹی سویٹس، منان چوک، شاہراہ اقبال) کوئٹہ'' میں

مبتدی تربیتی کورس

22 تا 28 مئی 2011ء

(بروز اتوار نماز عصر تا بروز ہفتہ نماز ظہر)

اور

نقباء و امراء تربیتی و مشاورتی کورس

27 تا 29 مئی 2011ء

(بروز جمعہ نماز عصر تا بروز اتوار ظہر)

کا انعقاد ہو رہا ہے۔

زیادہ سے زیادہ رفقاء اور نقباء و امراء ان کورسز میں شامل ہوں، موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0300-3820028/081-2842969

المعلن: مرکزی شعبہ تربیت (042)36316638-36366638 0333-4311226

فریضہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی ادائیگی میں غفلت

ہم کب جاگیں گے؟

ایم آئی ایچ اصلاحی

قرآن مجید اور مستند احادیث کے مطابق امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرتے رہنے کی خصوصی تاکید اور اسے ترک کرنے پر سخت وعید سنائی گئی ہے۔ لیکن افسوسناک حقیقت یہ ہے کہ علماء کرام و خطباء حضرات کی اکثریت اور اسلامی، دینی، تبلیغی جماعتوں اور ان کے اکثر ارکان باوجود واضح احکاماتِ الٰہیہ اور فرمان نبوی ﷺ کے اس نہایت اہم دینی فریضہ کو مسلسل ترک کیے بیٹھے ہیں۔ نتیجتاً ملتِ اسلامیہ بے شمار برائیوں اور گناہوں میں ملوث ہونے کی وجہ سے مختلف وبالوں اور عذابوں کا شکار ہو چکی ہے۔ ترکِ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے باعث اُمتِ مسلمہ کی اکثریت نے کئی ایک برائیوں کو گناہ سمجھنا چھوڑ دیا ہے، اور ان کو رواجاً اپنایا ہوا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ احساسِ ندامت اور سچی توبہ و تقویٰ کی توفیق سے ہی محروم ہو چکی ہے۔ اکثر جمعۃ المبارک اور تبلیغی بیانات میں برائیوں کو روکنے کے لیے اُن کا ذکر اور ممانعت نہیں کی جاتی۔ حالانکہ اسلوبِ قرآنی کے مطابق ہر برائی اور گناہ کا ذکر کر کے اسے روکا گیا ہے۔ نیز قرآن مجید میں واضح طور پر حکم دیا گیا ہے کہ دین میں داخل ہو جاؤ پورے کے پورے، یعنی مکمل طور پر اور ایسا نہ کرنے پر انتہائی وعید سُنائی گئی ہے۔

اکثر اسلامی و تبلیغی مواعظ فضائل کے بیانات پر مشتمل ہوتے ہیں اور انہی پر زور دیا جاتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ جہاں غفور رحیم اور ستار غفار ہے، وہاں قہار و جبار بھی ہے۔ اور گناہوں کو نہ چھوڑنے اور اُن کے مسلسل کرنے اور سچی توبہ نہ کرنے پر اس کی پکڑ بھی نہایت شدید ہے۔ یہ نقطہ امت مسلمہ پر واضح کرنے کی شدید ضرورت ہے، اور یہی وقت کا تقاضا بھی ہے۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فریضہ کو انجام نہ دینے کی وجہ سے معاشرہ اسلام سے دور ہے۔ کئی حضرات نماز، روزہ اور ظاہری دینداری کے باوجود بہت سی برائیوں میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ لہٰذا عاجزانہ گزارش ہے کہ اسلامی بنیادی تعلیمات اور فضائل کے بیانات کے ساتھ ساتھ معاشرے میں مروج برائیوں اور موجودہ دور کی بے شمار خرابیوں کو دور کرنے اور دشمنانِ اسلام کی پھیلائی ہوئی کبیرہ و صغیرہ گناہوں، خباثتوں اور فسق و فجور اور ان کے اثرات، اسباب کو ختم یا کم کرنے کے لیے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فریضے کو پورے جذبے اور جرأت کے ساتھ ادا کیا جائے، تاکہ لوگوں پر اتمام حجت ہو اور ان کی اصلاح ہو سکے اور ہم اللہ کی رضا، نصرت و فلاح کے حصول کے مستحق ٹھہر سکیں۔ ہم مسلمان ہیں مگر سرچشمہ ہدایت قرآن حکیم کو ترک کر رکھا ہے۔ نماز کی پابندی نہیں کرتے۔ شرک و بدعت، قتلِ ناحق، زنا، بے پردگی، عریانی، فحاشی، بے حیائی، بے غیرتی، وعدہ خلافی، جھوٹی قسم و گواہی، حق تلفی، خیانت، رشوت ستانی، بددیانتی، حرام خوری، کینہ پروری، ناحق سفارش و نشہ آوری، شراب نوشی، ہیروئن و چرس، سودی کاروبار وغیرہ ہو رہا ہے۔ غیر محارم مردوں، عورتوں، نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کی مخلوط مجالس، ڈانس، گانا باجا، نائٹ کلب، جوا کے علاوہ ظلم و بربریت، ڈاکہ زنی، نقب زنی، چوری، گالی گلوچ، لواطت، ٹی وی اور کیبلز کے بے شمار چینلز کے ذریعہ دن رات اکثر اوقات انتہائی فحش و نیم عریاں اور غیر اخلاقی پروگراموں کی نشریات، فلم بینی، نیم عریاں فحش لٹریچر اور اس کے اخباری اشتہارات، شادی بیاہ اور مرگ کی بدعات، فضول خرچی، کنجوسی، باطل فرقہ پرستی، لسانیت، دہشت گردی، خودکش حملے یا بم دھماکے اسلام دشمن کافروں کے ساتھ مل کر اپنے بے گناہ لوگوں کا قتل، والدین کی نافرمانی، ناپ تول میں کمی، ملاوٹ، ذخیرہ اندوزی، ناجائز منافع خوری، سمگلنگ وغیرہ جیسی سنگین برائیاں اور جرائم بھی عام ہیں۔ علماء اُمت کو چاہیے کہ نماز جمعہ کے مواعظ اور دیگر دینی تبلیغی اجتماعات و بیانات میں بھی قرآن حکیم اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں ان برائیوں کی شناعت کو واضح کریں اور اُن سے سماج کو بچانے کی سعی کریں۔ بے دینی اور مغربی اور ہندوانہ تہذیب میں غرق امت کو اسلام اور اسلامی تہذیب کی طرف موڑیں۔ اُمید ہے علماء حق، خطباء حضرات اور دینی جماعتوں کے قائدین و کارکنان دینی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر عامۃ المسلمین کی اصلاح اور اپنی دنیوی و اُخروی نجات کے لیے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فریضہ کو پورے شعور کے ساتھ ادا کریں گے۔ اللہ ہمارا حامی و ناصر ہو۔ (آمین)

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر کشمیری بٹ فیملی کو اپنی بیٹی عمر 25 سال، تعلیم ایم ایس سی، صوم وصلوٰۃ اور پردے کی پابند کے لیے دینی مزاج کے حامل، تعلیم یافتہ اور برسرِ روزگار نوجوان کا رشتہ درکار ہے۔ صرف لاہور کے رہائشی رابطہ کریں۔ برائے رابطہ:

0300-4530486-042-35773601

☆ لاہور میں رہائش پذیر رفیق تنظیم اسلامی، عمر 26 سال، تعلیم ایل ایل بی، گزیٹڈ آفیسر کے لیے دینی مزاج کی حامل لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0321-4210796

دعائے مغفرت کی اپیل

- حلقہ بلوچستان کے ناظم نشر و اشاعت اور نقیب اسرہ جائنٹ روڈ کوئٹہ اقتدار احمد خان کے والد محترم وفات پا گئے
- حلقہ پنجاب شرقی کے ناظم بیت المال محمد سجاد سرور کی نانی پچھلے دنوں رحلت فرما گئیں
- پشاور کے رفیق تنظیم زاہد احمد کے چچا بقضائے الٰہی وفات پا گئے

اللہ تعالیٰ مرحومین و مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اللّٰھم اغفرلھم وارحمھم وادخلھم فی رحمتك و حاسبھم حسابًا یسیرًا

پاکستان سے متعلق

بھارتی سفیر کی نئی دہلی ارسال کردہ رپورٹ

خالد بیگ

وطن عزیز کو قائم ہوئے 63 برس ہو چکے ہیں مگر وہ ہندو جس سے الگ ہو کر دو قومی نظریہ اور لا الہ الا اللہ کا نعرہ لگا کر ہم نے جداگانہ وطن حاصل کیا تھا، اُس نے آج تک پاکستان کے وجود کو تسلیم نہیں کیا۔ وہ روز اول کی طرح اس ملک کے عدم استحکام اور تباہی و بربادی کی گھناؤنی سازشوں میں مصروف ہے۔ اُس کی پوری کوشش ہے کہ اس مملکت خداداد کا خاتمہ کر کے مہا بھارت اور اکھنڈ بھارت کے خواب کو عملی جامہ پہنا سکے۔ خوش قسمتی سے انڈیا کو پاکستان میں وہ طبقہ بالخصوص وہ فاشسٹ لبرل سیکولر اقلیت بھی میسر ہے جو بھارت سے دوستی اور آزادانہ تجارتی وثقافتی تعلقات کی آرزومند ہی نہیں، بلکہ اس کے لیے بے تاب اور بے چین ہے۔ یہ اقلیت دو قومی نظریہ اور کشمیر کے دیرینہ مسئلہ سے یکسر لاتعلق ہو کر بھارت سے نہ صرف تعلقات استوار کرنا چاہتی ہے، بلکہ اگر اس کے بس میں ہو تو سرحدی لکیر کو ہی ختم کر ڈالے۔ 'امن کی آشا' کا نامعقول راگ اسی لیے تو الاپا جا رہا ہے۔ ہماری اس بھارت نواز لبرل اقلیت کو بھارت کا اصل چہرہ ضرور پڑھنا چاہیے، جو ذیل کی سطور میں اسلام آباد میں متعین بھارتی سفیر شرت سبھر وال کے نئی دہلی بھیجے گئے مراسلہ میں دی گئی تفصیلات سے سامنے آتا ہے۔ (ادارہ)

پاکستان کو وجود میں آئے 63 برس گزر گئے، سیاسی انتشار، اقتدار کے لیے جاری کشمکش، معاشی بدانتظامی و بدحالی اور بدامنی ہے کہ ختم ہونے کو نہیں آ رہی۔ آزادی ملی تو ہمارے پاس سوائے جوش و جذبہ اور دو قومی نظریہ کی اساس کے کچھ بھی نہیں تھا۔ سکول، کالج، یونیورسٹیاں، ہسپتال، صنعتی ادارے یہاں تک کہ حکومتی نظام چلانے والے لوگ بھی بھارت میں رہ گئے تھے۔ حالت یہ تھی کہ کرائے کی عمارتیں حاصل کر کے ان کے تھانے، سرکاری دفاتر وغیرہ قائم کیے گئے۔ دفتری کاغذات کو باہم جوڑنے کے لیے کیکر کے کانٹے اور ''پیپر ویٹ'' کے طور پر اینٹوں کے روڑے استعمال کیے جاتے۔ نہ بجلی گھر نہ زراعت کے لیے آلات و نہری نظام۔ انہی وجوہات کی بناء پر بھارتی حکمران اور ان کے مغربی سرپرستوں کو یقین کامل تھا کہ اسلامی تشخص کے نام پر ہندوؤں کے ساتھ نہ رہنے والے مسلمانوں نے برصغیر میں الگ ریاست تو قائم کر لی تاہم یہ مفلوک الحال نومولود ریاست مضبوط بھارتی معیشت کے آگے تادیر نہیں ٹھہر پائے گی۔ لیکن پاکستانی عوام نے جذبۂ ایمانی کے بل بوتے پر برہمنوں کی امیدوں کو خاک میں ملا کر اکھنڈ بھارت کا خواب چکنا چور کر دیا۔

وہیں سے پاکستان کے خلاف منفی ہتھکنڈوں اور سازشوں کا آغاز ہوا۔ فرقہ وارانہ اختلافات کو ہوا دی گئی صوبائی نفرتوں و لسانی تفریق کے بیج بوئے گئے۔ ہندوؤں کی ذات پات پر مبنی تہذیب کو یہاں طبقاتی تقسیم کی شکل میں رائج کیا گیا۔ جس کی جڑیں گزرتے وقت کے ساتھ گہری ہوتی چلی گئیں۔ جس نے پاکستان میں ترقی کے عمل کو منجمد کر کے رکھ دیا۔ صاحب الرائے لوگ، دانشور و ادیب چیختے رہے کہ یہ سب دشمنوں کی حکمت عملی کا نتیجہ ہے جس میں بھارت سرخیل اور مغربی استعماری قوتیں اس کی دست و بازو ہیں۔ مگر جدت پسند کہلوانے کے شوقین بھارت نواز فکری حلقوں نے اسے سازشی تھیوری قرار دے کر مسترد کر دیا۔ (جس کا سلسلہ آج تک جاری ہے۔)

اب جبکہ یہ خبر زبان زد عام ہے کہ بھارت صرف کالاباغ ڈیم کی مخالفت کے لیے پاکستان میں سالانہ 15 ارب روپے خرچ کرتا ہے تو باقی ماندہ مقاصد کے لیے وہ کیا کچھ نہیں کرتا ہوگا۔ یہاں قارئین کی خدمت میں اسلام آباد میں تعینات بھارتی سفیر شرت سبھر وال کی طرف سے دسمبر 2010ء میں نیو دہلی بھیجا گیا مراسلہ پیش کر رہا ہوں جو کہ ہم سب پاکستانیوں کی آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہے۔ یہ مراسلہ ظاہر کرتا ہے کہ بھارت پاکستان میں دہشت گردی کو ہی فروغ نہیں دے رہا، اس نے ہم پر خفیہ جنگ بھی مسلط کر رکھی ہے۔ جس کا مقابلہ صرف ایک قوم بن کر اسی جذبے کے ساتھ ہی کیا جا سکتا ہے جو تقسیم ہند کے وقت ہم پاکستانیوں میں موجود تھا اور جس کے لیے ملک میں اقربا پروری، بدعنوانی، رشوت و حرام خوری، سیاسی انتشار، معاشرتی ناانصافی و بدامنی کا خاتمہ ضروری ہے۔ لیکن یہ کرے گا کون میں اور آپ، ہم عوام یا ہمارے حکمران؟ فیصلہ قارئین خود کر لیں۔ بہرحال ملاحظہ کیجیے شرت سبھر وال کے مراسلے کا ترجمہ۔

منجانب: شرت سبھر وال
بھارتی ہائی کمشنر، اسلام آباد، پاکستان
برائے: وزارت خارجہ، نئی دہلی، بھارت
عنوان: پاکستان کے حالات

'2010ء کے اختتام پر پاکستان کے حالات پر مختصر تجزیہ پیش خدمت ہے۔ تفصیلی رپورٹ علیحدہ سے سفارتی بیگ میں ارسال کر دی جائے گی۔''

بھارتی حکومت کے احکامات بابت سٹریٹیجک حکمت عملی برائے پاکستان بڑے واضح ہیں کہ ''مملکت پاکستان کو داخلی و خارجی طور پر اس قدر کمزور کر دیا جائے کہ وہ بھارت کے علاقائی مفادات کے لیے کسی قسم کا خطرہ نہ بن سکے''۔ ان مقاصد کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم نے ایک جامع منصوبہ تشکیل دیا ہے، تاکہ پاکستان اندرونی طور پر غیر مستحکم رہے اور اسے عالمی سطح پر ظاہری و خفیہ طریقوں سے نیچا دکھایا جا سکے۔ میں آپ کو انتہائی خوشی سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں کہ آج پاکستان کے اندرونی حالات ہمارے مقاصد کی تکمیل کے لیے انتہائی موزوں ہیں۔ ایسا

> اپنے مقاصد کی تکمیل میں ہمیں اصل خطرہ پاکستانی افواج سے ہے۔ پاکستانی فوج ایسی متحد قوت بن کر ابھرتی ہے جس کا اوپر سے لے کر نیچے تک مقصد ایک ہے۔ موجودہ قیادت (جنرل کیانی) ہماری حکمت عملی کے لیے نہایت خطرناک ہے

لگتا ہے کہ 63 برس کی ہماری کوششیں اب بار آور ہونے کو ہیں، کیونکہ پاکستان اس سے قبل اتنا منتشر، معاشی طور پر کمزور اور Leader Less کبھی نہ تھا۔ میرے خیال میں وہ وقت آن پہنچا ہے کہ ہم اپنے اہداف کھلی فوجی مداخلت کے بغیر حاصل کر سکیں، بلاشبہ یہ سب چانکیہ فلسفے کی تعلیمات (جس پر ہم عمل پیرا ہیں) کے لیے باعث تحسین ہے کہ مسلم اکثریت کے علاقوں پر مشتمل پاکستان ابتدا سے ہی تشکیل کے مقصد سے ہٹتے ہوئے اندرون خانہ اختلافات و انتشار کا شکار ہو کر دو واضح گروہوں میں تقسیم ہو گیا۔ مذکورہ اختلافات آج ادارہ جاتی اختلاف کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں، جن میں سے دو نظریاتی گروہوں کے باہمی اختلافات نیچے بیان کیے جا رہے ہیں۔

پہلا گروپ:

اس گروپ کا تعلق بنیادی طور پر جاگیردار، صنعتی و بڑے کاروباری طبقے سے ہے، جنہیں ہر قیمت پر اپنا معاشی اور زیر قبضہ زمینوں کا تحفظ درکار ہے۔ ان کی اکثریت نے تقسیم کے وقت سے ہی حکومتی اشرافیہ کی شکل اختیار کی جو آج تک برقرار ہے۔ ہمارے اندازے کے مطابق یہ طبقہ ملکی آبادی کے پانچ سے دس فیصد حصے پر مشتمل ہے۔ جس میں پائی جانے والی خصوصیات حسب ذیل ہیں:

ا...... مغربیت و سیکولر نظریات کا حامل یہ طبقہ ظاہری طور پر تو مذہب سے تعلق قائم رکھتا ہے لیکن معاشرتی طور پر ان کی نظروں میں مذہب کی کوئی حیثیت نہیں بلکہ ان کے نظریات دنیاوی اور صرف اپنے مفادات کے گرد گھومتے ہیں۔ یہ طبقہ نہ صرف قانون سے بالاتر ہے بلکہ درحقیقت خود ہی قانون ہے۔ اگر آپ کا تعلق اس طبقے سے ہے تو ریاستی پولیس آپ کو روکنے کی جرأت نہیں کرے گی، اگر روک لے تو عدالت تک نہیں لے جائے گی، اور اگر بہ امر مجبوری عدالت مجرم قرار دے دے تو بھی آپ جیل نہیں جائیں گے۔

ب...... اس طبقے کی زندگی ہر آسائش اور عام لوگوں سے بالکل مختلف ہے۔ نہ تو یہ قطار میں کھڑے ہوتے ہیں، نہ ہی زندگی کی سختیوں کا انہیں علم ہے۔ ملازمین و درباریوں کی فوج ہمہ وقت ان کے گرد رہتی ہے۔ ان کی رہائش گاہیں خاص علاقوں میں عوام کی پہنچ سے دور بنائی گئی ہیں جہاں انہیں ہر طرح کے تحفظ کی ضمانت حاصل ہے۔ ان کی پہنچ ملک کے اعلیٰ ہوٹلوں، ریسٹورنٹ و گالف کلب تک اور رسائی ملک کے ہر ادارے کے اعلیٰ عہدے تک ہوتی ہے۔ یہ ہمہ وقت دوروں پر رہتے ہیں اور زیادہ تر خریداری مغربی یا خلیج کی عرب ریاستوں میں کرتے ہیں۔

> بھارتی حکومت کے احکامات بابت سٹریٹیجک حکمت عملی برائے پاکستان بڑے واضح ہیں کہ ''مملکت پاکستان کو داخلی و خارجی طور پر اس قدر کمزور کر دیا جائے کہ وہ بھارت کے علاقائی مفادات کے لیے کسی قسم کا خطرہ نہ بن سکے'' ...... بھارتی سفیر

یہ طبقہ پاکستان میں ایک خاندان کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ جہاں ہر ایک کی قیمت مقرر ہے، تاہم یہ ایک دوسرے کی مدد کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے ہیں۔

پ...... ان کے بچے ایسے اعلیٰ سکولوں میں تعلیم حاصل کرتے ہیں جہاں کیمبرج سسٹم رائج ہے۔ حکومتی سکولوں کا معیار ان کی شان کے خلاف ہے۔ ان کے بچے اے لیول کرنے کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لیے بیرون ملک چلے جاتے ہیں، جس کے بعد یا تو وہ وہیں آباد ہو جاتے ہیں، اگر واپس آنا چاہیں تو ملک میں اعلیٰ ملازمتیں (سرکاری و غیر سرکاری) ان کی منتظر ہوتی ہیں۔

ت...... اس طبقے کی اکثریت مغرب زدہ اور بھارت نواز ہے۔ جن کے لیے اقدار و تہذیب کی کوئی اہمیت نہیں۔ یہ طبقہ بھارت کی ترقی سے مستفید ہونے کے لیے اس قدر بے چین ہے کہ یہ مہا بھارت کا حصہ بننے تک کو تیار ہے۔ ہمیں اس طبقے کے نمائندوں کو تقسیم ہند کے مضمرات و اثرات بتانے کی ضرورت نہیں بلکہ بالی ووڈ کی ثقافتی یلغار جاری رکھنے اور انسانی حقوق کی علم بردار تنظیموں کے عہدیداروں تک رسائی کی ضرورت ہے۔

دوسرا گروپ:

یہ طبقہ ان لوگوں پر مشتمل ہے جو پہلے دن سے پاکستان میں ایک ایسا اسلامی معاشرہ قائم کرنا چاہتے تھے جس کی آئینی و قانونی اساس قرآن و سنت پر مشتمل ہو، لیکن آج یہ طبقہ معاشرتی انحطاط کا شکار، قابل رحم اور غیر مؤثر اکثریت کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ جو کسی قسم کی نظریاتی قیادت کو جنم دینے کے قابل نہیں رہا۔ اس طبقے کی خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں۔

۱...... کم تعلیم یافتہ اس طبقے کی سوچوں کا محور ان عقائد کی باریکیوں اور فکر پر قائم ہے، تاہم یہ اسلام کے عالمی پیغام و تعلیمات کو بھول چکا ہے۔ ان میں سے چند لوگ اسلامی فلسفے کی روح کو زندہ کرنے کی کوششوں میں ضرور مگن ہیں لیکن ہماری خوش بختی ہے کہ انہیں کامیابی حاصل نہیں ہو رہی۔ یہ طبقہ نظریاتی کم مائیگی کا شکار ہے اور مغربی ترقی کے متبادل کوئی نظام بھی پیش نہیں کر سکا، جس کی وجہ سے ان کے لیڈر عام آدمی کی توجہ حاصل کرنے میں بری طرح ناکام رہے ہیں۔

ب...... یہ بتدریج معاشرتی تنزل کا شکار ہیں۔ یہ طبقہ زیادہ تر نچلے درجے سے تعلق رکھنے والے کم تعلیم یافتہ اور کم تنخواہ پانے والوں پر مشتمل ہے جنہیں کچھ درمیانی طبقے کے لوگ اکٹھا کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں جو کہ خطرناک تحریک ہے جسے ناکام بنانے کے لیے ایک جامع منصوبہ بندی کی ضرورت ہے، تاہم ہم کامیابی سے ان کے عہدیداروں میں اس حد تک سرایت کر چکے ہیں کہ ہمارے ادارے کسی بھی وقت فروعی مسلکی اختلافات کو ہوا دے کر گروہی تصادم و پُرتشدد انتشار برپا کر سکتے ہیں۔ ہمیں اپنی ان کوششوں کو بدستور جاری رکھنا چاہیے، تاکہ ہم ان میں پائے جانے والے مسلکی اختلافات کو بڑھا کر درمیانے طبقے کے تعلیم یافتہ افراد کی اسلامی نظریاتی فکر تک واپسی ناممکن بنا سکیں۔ ہمیں ان کو سنجیدہ مذہبی تعلیمات تک پہنچنے سے نہ صرف روکنا ہے بلکہ ان کے درمیان موجود فرقہ وارانہ اختلافات کی خلیج کو مزید وسیع کرنا ہے۔

درحقیقت پاکستانی معاشرہ اپنے بنیادی نظریات سے ہٹ کر علاقائی، قبائلی اور لسانی نظریات میں شناخت ڈھونڈ رہا ہے۔ ان کی قیادت بکھر کر بدعنوان عناصر کے ہاتھوں میں آ چکی ہے۔ معاشرے میں بری شہرت کے حامل لوگ اوپر آ رہے ہیں۔ موجودہ قیادت کی اکثریت نااہل اور عالمی سطح پر بدعنوانی کی شہرت رکھتی ہے۔ جنہوں نے موروثی سیاست کو فروغ دیا ہے۔ جس کا نتیجہ غیر مؤثر و غیر فعال سیاسی جماعتوں کی شکل میں سامنے ہے۔ یہ جماعتیں ملک میں بنیادی تبدیلی لانے کی صلاحیت کھو چکی ہیں، تاہم مندرجہ بالا صورتحال پاکستان کے لیے خطرناک ہے، لیکن ہمیں لامحدود مواقع فراہم کرتی ہے۔

ہمارے لیے اصل خطرہ!

اپنے مقاصد کی تکمیل میں ہمیں اصل خطرہ پاکستانی افواج سے ہے۔ ہم اپنی بہترین کوششوں کے

باوجود فوجی قیادت میں سرایت نہیں کر سکے اور یہ ایک حیران کن امر ہے کہ منقسم معاشرے سے تعلق رکھنے والے افراد پر مشتمل ہونے کے باوجود پاکستانی فوج ایسی متحد قوت بن کر ابھرتی ہے جس کا اوپر سے لے کر نیچے تک مقصد ایک ہے۔ پاکستانی فوج ملکی اداروں میں سے ایک ہے جو اعلیٰ قیادت کے زیر اثر رہتی ہے۔ جس کی موجودہ قیادت (جنرل کیانی) ہماری حکمت عملی کے لیے نہایت خطرناک ہے۔ اس کا تعلق معاشرے کے درمیان طبقے سے ہے جو کہ عام سپاہی کے سالار کی حیثیت سے ابھر کر سامنے آیا ہے۔ اس نے گزشتہ تین برسوں میں پاکستانی افواج کو ایک ایسے مقام پر لا کھڑا کیا ہے جس نے عوام کی نظروں میں فوج کی عزت اور پیشہ وارانہ وقار میں بے پناہ اضافہ کر دیا ہے۔ جنرل کیانی کا بطور آرمی چیف رہنا ہمارے مقاصد کی راہ میں حائل ہو سکتا ہے۔ ہمیں جنرل کیانی کی شخصیت کو متنازعہ بنانے کی کوششیں جاری رکھنی چاہئیں۔

فوج اور سول سوسائٹی کے درمیان خلیج حائل کرنے کی ہماری اب تک کی کوششیں کافی حد تک کامیاب رہی ہیں مگر ہم اسے اس حد تک نہیں لے جا سکتے کہ درمیانے طبقے کے لوگ ملک میں انقلاب برپا کر دیں، اگر ایسا ہوا تو یہ ہمارے اہداف اور سٹریٹیجک حکمت عملی کے لیے نقصان دہ ہوگا جسے ہم نے روکنا ہے۔ ویسے بھی درمیانے اور نچلے طبقے کے نوجوانوں میں نظریاتی تشخص کا ابھرنا ہمارے لیے خطرے کا باعث بن سکتا ہے۔ ان نوجوانوں کو منظم کر کے موجودہ نظام کے خلاف تحریک برپا کی جا سکتی ہے۔ ہمیں ان کے خلاف ثقافتی یلغار کو جاری رکھنا ہے، تاکہ ان کے جوش و جذبے کو کند کیا جا سکے۔ ہمیں چاہیے کہ انہیں جنوبی ایشیا (بھارت) کی ثقافت کا دلدادہ بنا دیں، جس کا ہم پرچار کرتے ہیں۔

ہمیں فی الحال مستقبل قریب میں بہتری کی کوئی شکل نظر نہیں آتی نہ ہی ان کا سیاسی نظام کسی ممکنہ تبدیلی کی طرف گامزن ہے۔ ہمارا مسئلہ فوج اور سول سوسائٹی کے درمیان بڑھتے ہوئے ایک ایسے اتحاد کو روکنا ہے جو کسی تبدیلی کا باعث بن سکے۔ میں توقع کرتا ہوں کہ میرا یہ تجزیہ ہماری تزویراتی حکمت عملی میں معاون ثابت ہوگا جو آج کل میں زیر غور ہوگا۔ میں ذاتی طور پر نیو دہلی میں منعقد ہونے والے مذاکرات میں شمولیت کا متمنی ہوں۔

(بشکریہ روزنامہ "نوائے وقت")

خلافت فورم

سانحہ ایبٹ آباد کا حقیقت میں ذمہ دار کون ہے؟
اسامہ کی شہادت کے بعد پاک امریکہ تعلقات کیا رخ اختیار کر رہے ہیں؟
امریکہ ISI چیف احمد شجاع پاشا کے استعفا کا مطالبہ کیوں کر رہا ہے؟
سانحہ ایبٹ آباد پر عوام غمگین اور افسردہ نظر آتے ہیں لیکن ساکت کیوں ہیں؟
اس صورت حال میں بھارت کیا رول ادا کر رہا ہے؟
پاکستان اس گرداب سے کیسے نکل سکتا ہے؟
امریکہ کی طرف سے پاکستان پر جنگ مسلط کی گئی تو کیا ہوگا؟

ان سوالات کے جواب تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ
www.tanzeem.org "خلافت فورم" میں دیکھیے

تجزیہ کار : ایوب بیگ مرزا (ناظم نشرواشاعت)
میزبان : وسیم احمد

پروگرام کے بارے میں اپنی آراء وتجاویز media@tanzeem.org پر ای میل کریں

پیشکش: شعبہ سمع وبصر مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

دعوت رجوع الی القرآن کا نقیب
علوم وحکم قرآنی کا ترجمان
سہ ماہی حکمت قرآن لاہور

تازہ شمارہ (اپریل تا جون) 2011ء شائع ہوگیا ہے۔

بیادگار: ڈاکٹر محمد رفیع الدین مرحوم ـ ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ

اس شمارے کے خصوصی مضامین

- ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا تصورِ خلافت — ڈاکٹر صہیب حسن عبدالغفار
- شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور مسلکِ اعتدال — پروفیسر عبدالماجد۔ ڈاکٹر ایاز خان
- شریعتِ اسلامی میں شراب نوشی کی سزا — حافظ نذیر احمد ہاشمی
- Establishment of Khilafah — Sumaira Khalid

محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ کا دورۂ ترجمہ قرآن بزبانِ انگریزی
Message of The Quran تسلسل کے ساتھ شائع ہو رہا ہے

☆ صفحات: 96 ☆ قیمت فی شمارہ: 50 روپے ☆ سالانہ زرتعاون: 200 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور
36-K، ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 3-042-35869501

محترم المقام مرزا ایوب بیگ صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

ہفت روزہ ''ندائے خلافت'' کا شمارہ 16 موصول ہوا۔ آپ کا تحریر کردہ اداریہ پڑھا۔ بندۂ ناچیز کئی سالوں سے آپ کے تحریر کردہ اداریے کامل توجہ سے پڑھتا ہے، اور دل سے یہ صدا بلند ہوتی ہے کہ کاش! آپ کے تحریر کردہ اداریے ''کتابی شکل'' میں شائع ہو جائیں تاکہ آئندہ نسلوں کے لیے یہ سرمایہ علم وفکر محفوظ ہو جائے اور اسلامی کاز سے لگاؤ رکھنے والے اس سے فیض یاب ہوتے رہیں۔ یہ تمنا میرے دل میں ایک عرصے سے مچل رہی تھی، جس کا دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر آج اظہار کر رہا ہوں۔ ایک درد دل رکھنے والا انسان یہ لکھنے پر مجبور ہو ہی جاتا ہے۔ یہ بات واقعی حد درجہ تشویشناک ہے کہ آخر ہم اُسی عطار کے پاس دوا لینے کیوں جاتے ہیں، جسے ہماری شفا سے زیادہ ہماری بیماری میں دلچسپی ہے؟ جب انسان کا ضمیر ''مردہ'' ہو جاتا ہے، غیرت اور شرم وحیا کا نام تک مٹ جاتا ہے، مفاد پرستی اس کا دین اور ایمان بن جاتا ہے تو پھر یہی حال ہوتا ہے جو آج ہمارے حکمرانوں کا ہو چکا ہے۔ جس شخص کا ایمان یہ ہو کہ ''وعدے قرآن وحدیث نہیں ہوتے'' اُس سے اخلاقی بلندی، نظریاتی وابستگی اور دینی غیرت اور قومی حمیت کی کیونکر توقع کی جا سکتی ہے۔

بہرحال پورا اداریہ فکر انگیز ہے مگر ایک سوال نہایت قابل توجہ ہے:

''امریکہ کس عالمی قانون کے تحت پاکستانی علاقوں پر ڈرون حملے کرتا ہے؟''

محترم مرزا صاحب! حقیقت یہ ہے کہ آج دنیا میں ''جس کی لاٹھی اُس کی بھینس'' کا قانون چل رہا ہے، اور امریکی حکمران تو پاکستان کے حکمرانوں کو بھینس بھی نہیں سمجھتے۔ بھینس تو ایک مفید جانور ہے۔ یہ حکمران جانوروں سے بدتر ہیں، جو ڈالر لے کر اور اقتدار کی خاطر اپنے ہم وطن غیور کلمہ گو مسلمانوں کو قتل کروا رہے ہیں۔ ڈرون حملوں سے معصوم بچوں، عورتوں اور بوڑھوں کو مروا رہے ہیں۔ یہ ہرگز انسان نہیں، حیوانوں سے بھی بدتر ہیں۔ انہیں انسان نہیں کہنا چاہیے۔ جیسے امریکی درندے ہیں، یہ ان سے بڑھ کر درندے ہیں۔ یہ ناقابل اصلاح لوگ ہیں۔

پھر حل کیا ہے؟ جب تک ہم قوم کے اندر ''اجتماعیت'' کا شعور بیدار نہ کریں گے اور تمام دینی جماعتوں اور محب وطن سیاسی جماعتوں، ان کے قائدین کے دل ودماغ میں عصر حاضر کے فتنہ عظیمہ سیکولر طرز معاشرت اور سود پر مبنی سرمایہ دارانہ نظام معیشت کی تباہ کاریوں کا ادراک نہ کروا پائیں گے، ہم انفرادی طور، الگ الگ خواہ ایک صدی تک بھی جدوجہد کرتے رہے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ یہ تو ہوگا کہ ہم اپنی اپنی جماعت میں چند ہزار معاونین بڑھا لیں گے لیکن اسلام کا 'عدل اجتماعی' نظام برپا نہ کر سکیں گے، لہٰذا جیسے آج ہم اپنی اپنی جماعت کے پروگرام کو فروغ دینے کے لیے ہمہ وقت سرگرم عمل رہتے ہیں، بعینہٖ تمام اسلامی قوتوں میں ''اجتماعیت کا تصور'' پیدا کرنے کے لیے ہر جماعت کے ذمہ داران کو اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بروئے کار لانا ہوگا۔

آج اگر پاکستان کی سیکولر سیاسی جماعتیں (ایک دوسرے کو قاتل کہنے والی) تمام اخلاقیات کو ترک کر کے اور محض امریکہ کی غلامی برقرار رکھنے، ڈالر وصول کرنے اور پاکستان میں جاری اسلام پسند قوتوں کا راستہ روکنے کے لیے ایک بار پھر سے یک جا ہو گئی ہیں، تو اسلام کا عملی نفاذ چاہنے والے کیوں منتشر اور باہمی عدم اجتماعیت کا شکار ہیں۔ انہیں کون ایک دوسرے کے قریب لائے گا؟ اگر یہ اسلامی قوتیں اب بھی یکجا نہیں ہوتی تو اس کا صاف اور واضح مطلب یہ ہے کہ ان کے قلب وباطن میں حقیقی طور پر اسلام کے عدل اجتماعی کے عملی نفاذ کی تمنا اور تڑپ نہیں۔ یہ محض اپنی اپنی جماعت کی تعداد بڑھانے اور کارکن بنانے کے ہمہ وقتی شوق کی تکمیل میں لگے ہوئے ہیں۔

آج اس نکتہ پر غور وفکر کی اشد ضرورت ہے، تب ہی ہماری قوم اور پوری اُمت کی بگڑی سنورے گی۔ ورنہ ہر اسلامی جماعت انفرادی طور پر ''احتجاج، احتجاج'' کرتے کرتے تھک ہار کر خاموش ہو جائے گی۔ اسی شمارہ (16) میں مضمون ''احتجاج احتجاج'' میں محترمہ اہلیہ انصار احمد نے کیا خوب لکھا ہے:

''ہمارا حال یہ ہے کہ جب وقتی اُبال آتا ہے تو تھوڑے سے احتجاج کے بعد ٹھنڈے ہو کر بیٹھ جاتے ہیں اور کسی نئے زخم کا انتظار کرتے ہیں۔''

محترمہ صاحبہ نے چند عملی اقدام کی طرف بھی توجہ دلائی ہے جو یقیناً قابل غور اور لائق توجہ ہیں، ان کا خلاصہ یہ ہے کہ

1۔ کفار کی کامیابی کا راز ہی یہ ہے کہ وہ اپنے (اجتماعی) ''تجزیہ'' کی بنیاد علم کی ٹھوس بنیادوں پر رکھتے ہیں۔ (یعنی مختلف مسائل کے حل کے لیے مختلف (Think Tanks) بنا کر تجزیہ کر کے — لائحہ عمل تیار کرتے ہیں) اور مسلمانوں کی کمزوریوں کو سامنے رکھ کر پلاننگ کرتے ہیں۔ پھر 'منظم انداز' سے (سب کفار مل کر) اس پر عمل کرتے ہیں۔

2۔ کفار کا ٹارگٹ مسلمانوں اور اسلام (کی اقدار) کی مکمل تباہی ہے۔

علاج کیا ہے؟

1) علمائے کرام، دینی رہنما اور باشعور مسلمان (ہر طبقہ زندگی سے) دشمنانِ اسلام کی سازشوں کو سمجھیں۔ 2) اپنے عوام میں (ان سازشوں کا) شعور بیدار کریں۔ 3) انفرادی اور ''اجتماعی'' جدوجہد کریں۔ 4) ریاستی سطح پر خلافت کا نظام قائم کریں۔ 5) ضرورت صرف مسلمانوں کے بیدار ہونے کی ہے۔ عوام کے اندر احساسِ ذمہ داری پیدا کریں۔

عروج کا واحد راستہ:

آیئے! اللہ کی رسی قرآن پاک کو مضبوطی سے تھام لیں (یعنی قرآن کریم پر عمل کرتے ہوئے اب ایک دوسرے کا دست وبازو بن جائیں)۔ یہ ہے عروج کا واحد راستہ اور آخرت کی فلاح کا ضامن بھی!

کیا دینی قائدین اہلیہ انصار احمد کی پکار پر کان دھریں گے، اور انفرادی جدوجہد کے ساتھ ساتھ ''اجتماعیت'' پر غور وفکر کریں گے؟

یقین کیجیے ''امۃ الحی'' کا مضمون اور اشعار پڑھ کر میری آنکھوں میں آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی!

ساز دل چھیڑ کے بھی، توڑ کے بھی دیکھ لیا
اس میں نغمہ ہی نہیں تیری محبت کے سوا

فرماتی ہیں ڈاکٹر صاحب محترمؒ کے دل ودماغ میں دین کو غالب کرنے کی فکر اور سوچ کے سوا کچھ نہ تھا۔

اسی کشمکش میں گزریں میری زندگی کی راتیں
کبھی سوز و ساز رومیؒ، کبھی پیچ و تاب رازیؒ

اور ع

اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر

والسلام

طالب دعا

ظہور الحسن قادری

کمالیہ، ٹوبہ ٹیک سنگھ

دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید کا دو روزہ دورہ حلقہ گوجرانوالہ ڈویژن

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے 30 اپریل تا یکم مئی 2011ء حلقہ گوجرانوالہ کا دو روزہ دورہ کیا۔ ناظم اعلیٰ اظہر بختیار خلجی اُن کے ہمراہ تھے۔ تنظیم کے دونوں قائدین 30 اپریل 2011ء کو قبل از نماز عصر مرکز حلقہ گوجرانوالہ تشریف لائے۔ نماز عصر کے بعد مولانا محمد یوسف سے ملاقات طے تھی، جو مولانا کی اچانک مصروفیات کی وجہ سے نہ ہو سکی۔ بعد نماز مغرب امیر محترم کی ملاقات حافظ اسعد محمود سلفی سے طے تھی۔ اس سلسلے میں نماز مغرب مسجد مکرم میں ادا کی گئی۔ نماز کے بعد مسجد مکرم سے ملحقہ دفتر میں ملاقات کا اہتمام کیا گیا تھا۔ حافظ اسعد کا تعلق مسلک اہلحدیث سے ہے اور وہ اس مسجد میں خطبہ جمعہ دیتے ہیں۔ ان کا شمار گوجرانوالہ کے چند بڑے علماء میں ہوتا ہے۔ ملاقات کے دوران مختلف امور پر گفتگو ہوئی۔ حافظ اسعد نے دین کی نشر و اشاعت کے تعلق سے اپنی مصروفیات اور مسجد مکرم کی تعمیر کے سلسلہ میں اپنی کاوشوں سے امیر محترم کو آگاہ کیا۔ امیر محترم نے حافظ صاحب کو لاہور آنے کی دعوت دی اور تنظیمی فکر پر مشتمل کتب تحفتاً پیش کیں۔ جواباً اُنھوں نے بھی امیر محترم کو کتابوں کا سیٹ دیا۔

بعد نماز عشاء و طعام امیر تنظیم اسلامی کی خصوصی تفصیلی ملاقات امراءِ مقامی تناظیم و نقباءِ منفرد اُسرہ جات، ناظم دعوت و تربیت اور معاونین حلقہ سے ہوئی۔ شرکاء نے اپنا تفصیلی تعارف کرایا۔ امیر محترم نے شرکاء کے مختلف سوالات کے جوابات بھی دیے۔ یہ نشست تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ تک جاری رہی۔

یکم مئی 2011ء بعد نماز فجر امیر محترم نے سورۃ التوبہ کی چند آیات کا درس قرآن دیا۔ یہ درس تقریباً ایک گھنٹہ پر محیط تھا۔ درس میں رفقاء تنظیم کے علاوہ اہل محلہ نے بھی شرکت کی۔ امیر محترم نے قرآنی آیات کی تشریح کرتے ہوئے اقامت دین کی جدوجہد میں مال و جان کھپا دینے کی نصیحت کی اور ذاتی کردار کے حوالے سے تعلق مع اللہ کی وضاحت بھی کی۔ ناشتا کے بعد امیر محترم کی ملاقات نوائے وقت کے نمائندہ خصوصی جناب محمد شفیق سے طے تھی۔ امیر محترم نے محمد شفیق کے مختلف سوالوں کے جوابات دیے۔ خاص طور پر تنظیم اسلامی کی اقامت دین کے لیے جدوجہد، دوسری جماعتوں سے اتحاد و تعاون، پاکستان کی اندرونی سیاسی حالات اور بین الاقوامی صورت حال اور پاکستان میں امریکی عمل دخل کے حوالے سے مفصل تبادلۂ خیال کیا۔ ایک سوال کے جواب میں انہوں نے ڈرون حملوں کی پُرزور مذمت کی اور کہا کہ مسائل کا حل یہ ہے کہ امریکہ کی غلامی سے نکل کر اللہ کی غلامی اختیار کی جائے۔

اس کے بعد رفقاء حلقہ گوجرانوالہ ڈویژن سے سوال و جواب کی نشست ہوئی۔ امیر محترم نے رفقاء کے سوالوں کے جواب دیئے۔ چائے کے وقفہ کے بعد انہوں نے ایک سوال کے جواب میں نظریہ وحدت الوجود کے بارے میں مختصر گفتگو کی اور فرمایا کہ یہ علمی اور فلسفیانہ معاملہ ہے، ہمیں بالعموم اس طرح کی گفتگو سے پرہیز کرنا چاہیے۔ رفقاء سے خطاب میں امیر محترم نے انہیں اپنی دینی ذمہ داریوں کو حتی المقدور نبھانے کی ترغیب دی۔ انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ ہر رفیق داعی الی اللہ بنے اور اپنی آخرت کو سنوارنے کی کوشش کرے۔ آخر میں تنظیم میں نئے شامل ہونے والے رفقاء نے امیر محترم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اُن کے ساتھ ساتھ ملتزم رفقاء نے بھی تجدید بیعت کی۔ امیر محترم کی دُعا کے ساتھ ہی یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔

تنظیم اسلامی چشتیاں کے زیر اہتمام ڈرون حملوں کے خلاف احتجاجی مظاہرہ

تنظیم اسلامی چشتیاں کے زیر اہتمام مقامی امیر ڈاکٹر محمد جاوید اقبال کی قیادت میں ڈرون حملوں کے خلاف احتجاجی مظاہرہ کیا گیا۔ رفقاء و احباب سنٹرل پارک چشتیاں میں جمع ہوئے اور پھر بینرز اور ٹی بورڈ اُٹھا کر قاضی والا روڈ پر گئے۔ اڈہ منہاج ٹریولز سے ہوتے ہوئے فوارہ چوک پہنچے۔ شرکاء کی کل تعداد 60 تھی، جن میں 32 رفقاء اور باقی احباب تھے۔ ہارون آباد سے رضوان عزمی ہماری معاونت کے لیے تشریف لائے تھے۔

ایک گھنٹہ فوارہ چوک میں ڈسپلے کیا گیا۔ اردگرد کے دکاندار اور راہ گیر بھی وہاں آ گئے۔ اس موقع پر محمد صادق ایڈووکیٹ نے شرکاء سے خطاب کیا۔ انہوں نے اپنے خطاب میں شرکاء کو یہود و نصاریٰ اور امریکہ کے عزائم سے آگاہ کیا اور ان کے ضمیر کو جگایا۔ خطاب کے بعد تمام لوگ واپس سنٹرل پارک آ گئے اور رضوان عزمی نے رفقاء و احباب کا شکریہ ادا کیا۔

(مرتب: رفیق تنظیم)

تونسہ شریف میں اُسرے کا قیام

جنوبی پنجاب کے علاقہ تونسہ شریف میں رفیق تنظیم رضا محمد گجر عرصہ 20 سال سے تنظیم اسلامی کی دعوت کو عام کر رہے ہیں۔ انہوں نے کئی مرتبہ وہاں تنظیمی ساتھیوں پر مشتمل جماعت کے دو روزے اور سہ روزے بھی لگوائے۔ موصوف اپنے گھر پر پندرہ روزہ درس قرآن بذریعہ ویڈیو (بانی محترمؒ) کا چلاتے رہے ہیں۔ 10 اپریل کو امیر حلقہ جنوبی پنجاب محمد طاہر خاکوانی اور نائب امیر حلقہ جام عابد حسین، کوٹ ادو کے رفیق جناب مظہر یٰسین اور راقم الحروف تونسہ شریف گئے۔ رضا گجر نے بہت سے رفقاء و احباب کو مدعو کیا ہوا تھا۔ شرکاء کی کثرت تعداد کی بنا پر ان کا مہمان خانہ تنگیٔ داماں کا منظر پیش کر رہا تھا۔ امیر حلقہ نے قرآن مجید کی عظمت کے حوالے سے مفصل خطاب فرمایا۔

بعد ازاں شرکاء کو چائے پیش کی گئی۔ اس کے بعد رفقاء کی مجلس میں باقاعدہ اسرہ تونسہ شریف کا قیام عمل میں لایا گیا۔ امیر حلقہ نے رفقاء کے سامنے اجتماعیت کی اہمیت اور جماعتی زندگی میں امیر اور نقیب کی اطاعت کی ضرورت و اہمیت کو اجاگر کیا۔ اس موقع پر تین اور احباب نے بھی تنظیم میں شمولیت اختیار کی۔ اس پروگرام کے خاتمے پر میزبان رفیق کی طرف سے پر تکلف کھانا پیش کیا گیا۔ بوقت ظہر ہم ملتان روانہ ہوئے۔ دوران سفر جام عابد حسین کے ہم جماعت جناب شیخ عبدالغفار کی فلور مل پر ان سے ملاقات کی گئی جو بہت مفید رہی۔

اللہ تعالیٰ رضا گجر اور دوسرے تمام رفقاء کی مساعی اور ایثار و قربانی کو شرف قبولیت سے نوازے۔ (آمین)

(مرتب: شوکت حسین انصاری)

تنظیمی اطلاع

حلقہ مالاکنڈ کی مقامی تنظیم بٹ خیلہ میں محمد اسلم کا بطور امیر تقرر

حلقہ مالاکنڈ کی مقامی تنظیم بٹ خیلہ میں تقرر امیر کے لیے امیر حلقہ کی جانب سے موصولہ اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی عاملہ کے اجلاس منعقدہ 28/ اپریل 2011ء میں مشورہ کے بعد جناب محمد اسلم کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

معمار پاکستان نے کہا:

’’پاکستان اسی دن وجود میں آ گیا تھا جب ہندوستان میں پہلا ہندو، مسلمان ہوا تھا۔ یہ اس زمانے کی بات ہے جب یہاں مسلمانوں کی حکومت قائم نہیں ہوئی تھی۔ مسلمانوں کی قومیت کی بنیاد کلمۂ توحید ہے، وطن نہیں اور نہ ہی نسل۔ ہندوستان کا جب پہلا فرد مسلمان ہوا تو وہ پہلی قوم کا فرد نہیں رہا۔ وہ ایک جداگانہ قوم کا فرد ہو گیا۔ ہندوستان میں ایک نئی قوم وجود میں آ گئی۔‘‘ (8 مارچ 1944ء کو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں خطاب)

Good who serve towards This End". The ends justify the means. The notorious ways and tactics of American counter-terrorism and intelligence officers are only too well known with the laying bare of prison cells where evidence of brutal torture clothed as "enhanced interrogation techniques" has often surfaced, leaving one's senses reeling. If it takes Gitmo-style water-boarding seventy or more times to get Khalid Sheikh Muhammad to utter what may be a lead to the Bin Laden trail, Gitmo and all that its dark recesses conceal stands justified "towards This End".

As the moral bankruptcy of the argument begins to gape, it seeks refuge in louder rhetoric celebrating "values". The echo of Bush's black-and-white dichotomies of "good and evil" and "our values and theirs" rings clear as the President invokes American superior identity and values --- not once but twice: "We will be true to the values that make us who we are." The constant references to superior American values and their centrality to the war remind one of Bush's "they hate us for our freedom" masterstroke. Towards the end, the President's repetition of "our", "ours", "us" and "we" becomes a drum-roll of jingoism and narcissism. In fact, it dwindles into naked hubris as Obama celebrates in the death of an unarmed enemy through unilateral military assault in another's country the "greatness of our nation". That the nation did not question the official version of the great story with all its discrepancies and even lies as statements were circulated and retracted makes the state of the nation's integrity self-evident.

The hubris turns megalomanic as the President of the most powerful nation on earth grandly announces, "America can do whatever we set our mind to". The pattern falls into place. Bush the Senior had said years ago, "What We Say, Goes." Grandiose rhetoric disguises the plain fallacy of the myth of "making sacrifices to make the world a safer place", and "standing up for our values abroad". The counter-productive, valueless and hopelessly myopic American counter-terrorism policies only contribute to perpetuate America's war against an enemy it created and now helps sustain. It only serves to keep the vicious cycle of fear and hate going. Al-Qaeda has already warned of reprisals. The paranoia of a foreign monster lying in wait for innocent American "men, women and children" does not give Americans any sense of security, nor do the drone strikes in Pakistan and American vows that "the war has not ended" serve the interests of peace anywhere. The "world becoming a safer place" is yet another rhetorical ploy to win an indefensibly weak case.

It is a case of an empire careening towards doom, screeching piquantly on its way down the hill. Its delusions of grandeur and its insistent hubris are more dangerous than any ragtag group of "terrorists" hiding in the mountains of Pakistan. Frank Smecker writes of what terrifies him more than Al-Qaeda:

> "The most terrifying culture ever to exist --- a culture that wholeheartedly and without question believes in the fantasy that it can continue to live on a finite planet while practicing a way of life predicated on the assumption of infinite growth; a culture that will do anything within its means to reinforce this fantasy. And so when an empire attempts to send a message to other communities --- a message that says: we need what you have and we will take it if you do not hand it over. Well, the message be better pretty convincing and ensure success. But what it does is also that it leaves an impression on those it hurts, and some people who are deeply hurt indeed reach a point of rage; and to foment rage and to show those who are left with nothing but these feelings of enmity and vengeance creates a "death spiral". It is fanaticism against fanaticism, a way of life versus another way of life, all dancing the same dance --- a pas de deux of terror. It merely reveals that this culture has always been that monster we are attempting to fight."

(*Courtesy: www.countercurrents.org*)

both genuine and deep-rooted. Scheuer clarified it was a mistake to consider Bin Laden a pathological murderous maniac "committed to killing innocents --- men, women and children" as the President informed us. He was committed instead (in his own words) to the defence of his community against American expansionism and interventionism and to avenge the millions of victims of America's wars and proxy wars. Moreover, just as the U.S. dismisses the tremendous civilian damage its warmongering incurs as "collateral" and not intended, so too did Bin Laden make clear that innocents never were the target, though his strategy of attack may inevitably include damage to them. The identical logic of the "nation under God" and its loathsome evil enemy is only too clear --- while the former claims to champion all civilized values and all that is good and true, the latter is condemnable and barbaric. Chomsky wrote that the failure to apply to ourselves the same standards we use for others is an arrogance of power and a perversion of democracy by those purportedly defending it --- those who place themselves as judge, jury and executioner all rolled into one.

The President showed off the feathers in his cap at a good time, mentioning "disrupted terrorist attacks and greater homeland security". This does not however talk of the great cost at which it came --- the loss of civil liberties in the United States and an officially imposed Hollywood-style national paranoia. What the U.S. may successfully have done however is to deflect the war off the shores of the United States to the mountains of Pakistan --- somebody else's dirty work.

Former President Bush was not just present in spirit; he even occurred in Obama's speech as the President attributed his clarification that this was "not a war against Islam" to his senior. The need to reiterate arises only when the action belies it. The "clarification" would do little to alleviate and redress the grievances of much of the Muslim world increasingly irate about the continuity of the former administration's myopic and exploitative policies towards the Muslim world. The recent crisis in Libya has only made clear how little the U.S. has learnt from the Iraq quagmire and from the many fiascos of the previous administration, whose official line the President meticulously toes.

The muted warning by the President to Pakistan that it was "necessary for Pakistan to continue to join us in the fight" was reminiscent of President Bush's 2001 telephonic threat to the Pakistani premier, "you are either with Us or against Us".

Having trumpeted enough bravado, Obama next tries a hand at playing victim, insisting that the war was "brought to our shores". This does not explain away the carefully laid-down global network of American military bases in the Middle East and beyond, its many wars of occupation, intervention and exploitation, its numerous bloody misadventures many of which pre-date Al- Qaeda. Chomsky reminds us that all concentrations of power at all periods of history have behaved in the same way, and all demand historical amnesia so that earlier atrocities can be forgotten. "If exposed as crimes, our atrocities can then be viewed as aberrations or mistakes rather than as part of a consistent pattern". (Neil Smith: Reviewing Noam Chomsky)

Just as the President takes refuge in a sense of victimhood to justify his "defensive" war, so do his enemies act out of their sense of injury and victimhood that they believe justifies their defensive war against the relentless American empire.

Relentless indeed, in the President's own words: "We will be relentless in defence of our citizens and our friends and allies." The fiction of America's "defensive war" wears thin with the rumble and roar of the doctrine of pre-emption that Obama inherits like a dutiful heir from his predecessor. According to Robert Jensen, "Obama's comments keyed into the concept of American exceptionalism and the generalized fetishism of military force is evident throughout American culture."

"We will do whatever it takes", Obama continued, while praising the work and the devotion of American counter-terrorism and intelligence officers. The message is that "All do

Maryam Sakeenah

THE RHETORIC OF A STAGGERING EMPIRE

Elected on the "Change We Need" card, President Obama failed to stand apart from the hyper-patriotic charged rhetorical tradition of his predecessor. Although not a psycholinguist, I could not help but be struck by the unbecoming chest-thumping triumphal and hubris that his Sunday night speech announcing the assassination of Osama bin Laden dripped with. It fit exactly into the array of "War on Terror" rhetoric spearheaded by Dubya Bush, which Obama had ostensibly shunned in favour of a more restrained, measured tenor. He may not have actually used the inanity of the phrase "War on Terror", but the Bush Effect was ever-present. In fact, I could not see much difference in the ethos of the President's speech and the furore in the streets as young, euphoric Americans consuming regular dosages of Fox News bulletins shouted "USA! USA!" and showed fists in a berserk display of febrile jingoism. The President may have had at his disposal a greater sophistry of words and stood in a grander setting, but the sentiment was hardly distinguishable. Both danced to the same tune --- a naked, primeval war dance!

If one were to change the specific names and events, Obama's emotional appeal calling to arms and to national unity could most fittingly come from one of the "terrorists" he claims to fight. The justification for U.S. policy is the same doctrine of vengeance Obama condemns about Al- Qaeda. Just as the President invoked the images of 9/11 "seared in our memory" and painted lesser visible images of "empty seats at the dining table" and "children growing without fathers", so too are those who strap bombs around their bodies haunted by spectres of the bleeding ghosts of America's wars. There are other images also seared in other memories Mr. President and these are images that do not occur in your speeches or on your news channels or in your national consciousness or in any remote corner of your mind as your drones rain death and destruction in lesser known towns and villages where live those whom you excluded when you vowed to protect "our citizens, our friends, our allies". There are other hearts with gaping holes cut through them, too. Vengeance works on both sides: "The villainy you teach me I shall execute. And it shall go hard, but I will better the instruction" (Shakespeare: The Merchant of Venice). But your victims don't wear the alluring face of the civilization you champion, the values you extol. Their ire makes them your despised evil enemies, while yours makes you the impregnable empire you think you are. It is the same old vengeful spiral you have not grown out of, even as you celebrate the supposed greatness of "who you are" and "what you stand for". You gloat in triumphant, satiated vengeance as you celebrate dead-bodies whisked-out-of-sight even as you lecture us on justice, peace and sacred values.

The otherized few are the bad guys, the terrorists. Thus, you strip away dignity and humanity from those who challenge your might to show them as mere despicable moronic villains. Michael Scheuer, former CIA Bin-Laden expert insisted that to consider Bin Laden as a murderous "terrorist" reflected America's naiveté and inaccuracy in understanding its enemy, as he was a personage with far greater credibility personifying what many saw as a legitimate struggle rooted in an ideology far more popular and authentic than the U.S. would have us believe. While his method may be one that many in the Muslim world reject, his standpoint and its appeal was what many saw as